ماہنامہ

اہل السنۃ
Ahlus Sunnah
اتباع الکتاب والسنۃ بفهم سلف الأمۃ

January 2020 جنوری ۲۰۲۰ء

05 ظلم کے خلاف امن پسندوں کے ساتھ اتحاد

41 کیلکولیٹر اسپیشلسٹ ''انجینئر علی مرزا''

16 غزوات نبویہ اقدامی یا دفاعی

26 کیا کلّی میں انگلیاں مسواک کے برابر ہیں؟



ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی • نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

IIC MUMBAI

# علامہ عینی رحمہ اللہ کا قول
# ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دفاع میں

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ نے ایک کتاب
''الردالوافر''
کی تقریظ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
کی برائی کرنے والے کے متعلق لکھا ہے:

**وليس هو إلا كالجعل، باشتمام الورد يموت حتف أنفه**

''وہ شخص گندگی کے کیڑے کی طرح ہے جو پھول سونگھتے ہی مرجاتا ہے''

[الجامع لسيرة ابن تيمية: ص: ۴۹۳]

# Ahlus Sunnah

Volume No.7, Issue No.98, January 2020

ماہنامہ

جنوری ۲۰۲۰ء

فی شمارہ -/Rs. 30 | جلد: ۷

سالانہ -/Rs. 300 | شمارہ: ۹۸


اھل السنۃ

Ahlus Sunnah


**سرپرست** : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی **نگراں** : عبدالشکور عبدالحق مدنی

**ایڈیٹر**: کفایت اللہ سنابلی ● **نائب ایڈیٹر** :خلیل الرحمٰن سنابلی

**معاونین** : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

**فورمیٹنگ** : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● **گرافک ڈیزائنر** : طارق بن عبدالرحیم شیخ

**سی،ای،او** : زید خالد پٹیل

**مجلس مشاورت**

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی

● شیخ نور الحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی



میگزین ممبرشپ رابطہ نمبر: 022-26500400 / 8291063765

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnah.m@gmail.com



Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفھم سلف الأمۃ


| | | |
|---|---|---|
| ظلم کے خلاف امن پسندوں کے ساتھ اتحاد | ایڈیٹر | 05 |
| علم عقیدہ کی چند اہم مصطلحات (چوتھی قسط) | عبیداللہ الباقی اسلم | 07 |
| غزوات نبویہ اقدامی یا دفاعی | عبدالکریم رواب علی السنابلی | 13 |
| فکری جنگ | عبیداللہ الکافی اکرم | 19 |
| جنت میں خصوصی گھر دلانے والے چند مسنون اعمال | ابوالبیان رفعت سلفی | 22 |
| سورہ کہف دور فتن کا ایک محفوظ قلعہ (پانچویں قسط) | عتیق الرحمٰن عبدالرحمٰن سلفی | 28 |
| کیا کلی میں انگلیاں مسواک کے برابر ہیں؟ | ابوالمحبوب سیدانور شاہ راشدی | 36 |
| کیلکو لیٹر اسپیشلسٹ ''انجینئر علی مرزا'' | ابوسفیان ہلالی | 40 |
| مالداروں کے لئے نفلی صدقہ کا حکم (دوسری قسط) | فاروق عبداللہ نراین پوری | 42 |
| اسلامی عورتوں سے خطاب! | حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی | 49 |


مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

# ظلم کے خلاف امن پسندوں کے ساتھ اتحاد

ایڈیٹر

جس طرح ظالم اور مظلوم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اسی طرح امن پسندوں کا وجود بھی کسی مذہب کے ساتھ خاص نہیں ہے، ہر سماج میں جس طرح ظالم و مظلوم پائے جاتے ہیں ٹھیک اسی طرح امن کے رکھوالوں سے بھی کوئی سماج خالی نہیں ہے۔ ظلم وہ پاپ ہے جس سے ہر کوئی پناہ مانگتا ہے اور امن وعافیت وہ نعمت ہے جو ہر ایک کی ضرورت ہے۔

لہٰذا جب بات ظلم کے خلاف آواز اٹھانے اور امن وامان کے قیام کی ہو تو بلا تفریق مذہب وملت ہر سماج کے امن پسندوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ سے ہاتھ اور کندھے سے کندھا ملا کر ظالموں کے خلاف صف آرا ہو جائیں۔

اور ظلم کا چہرہ کتنا ہی خوفناک کیوں نہ ہو، ظالموں کی طاقت اور ان کی تعداد کتنی ہی کثرت میں ہو، حالات کتنے ہی ناسازگار ہوں، بہر صورت امن کے لئے کوشش کرنی چاہئے اور مایوسی نام کی کوئی چیز بھی ہماری ڈکشنری میں نہیں ہونی چاہئے۔

اسلام سے پہلے کا جو دور گزرا ہے اسلام اسے جاہلیت کا دور کہتا ہے، اس دور میں ہر طرح کی برائیاں عام تھیں، جھوٹ، لوٹ کھسوٹ، شراب نوشی، زنا کاری، بدعملی، بدعقیدگی، غرض ہر طرح کی برائیوں نے پورے سماج کو اپنے لپیٹ میں لے لیا تھا لیکن ان حالات میں بھی بعض زندہ دل طبیعتوں نے مایوسی کی راہ نہیں دیکھی بلکہ ہر جگہ کے امن پسند لوگوں کو اکٹھا کر کے قیام امن کے لئے ایک متحدہ طاقت تیار کی پھر ظالموں کا مقابلہ کیا اور مظلوموں کو ان کا حق دلایا، تاریخ میں امن پسندوں کی یہ کمیٹی ''حلف الفضول'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ بھی ظلم کے خلاف اس متحدہ کمیٹی میں شریک تھے اس وقت آپ ﷺ کی عمر بیس سال تھی، یعنی ابھی آپ ﷺ نبی نہیں بنائے گئے تھے اور اسلام کی دعوت کا آغاز نہیں ہوا تھا، لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے نبی بننے کے بعد بلکہ اسلام کی دعوت عام کرنے کے بعد بھی ایک موقع پر واقعہ ''حلف الفضول'' کا ذکر کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ آج بھی اگر کہیں ظلم کے خلاف ایسی کوشش ہو اور لوگ مجھے اس میں شرکت کے لئے بلائیں تو میں ایسے لوگوں کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں۔

صحابی رسول عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

'' لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ ابْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا، لَوْ دُعِيتُ إِلَيْهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ، تَحَالَفُوا أَنْ تُرَدَّ الْفُضُولُ عَلٰى أَهْلِهَا، وَأَلَّا يَعُزَّ ظَالِمٌ، مَظْلُومًا''

''میں نے ابن جدعان کے گھر میں ہونے والے معاہدہ امن (حلف الفضول) میں شرکت کی تھی، اور آج اسلام آنے کے بعد بھی مجھے اگر کسی ایسے معاہدہ کی طرف بلایا جائے تو میں اس میں شرکت کے لئے تیار ہوں، ابن جدعان کے گھر میں اس بات

پر عہد ہوا تھا کہ جس شخص کا بھی کوئی حق غصب کیا گیا اسے وہ حق دلایا جائے گا اور کسی بھی ظالم کو کسی مظلوم پر ظلم ڈھانے نہیں دیا جائے گا'' [الدلائل فی غریب الحدیث:رقم ٢٦٥،وإسناده صحيح]

ایک دوسری روایت میں اللہ کے نبی ﷺ نے اس عہد پر ڈٹے رہنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''فَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي حُمْرَ النَّعَمِ ، وَأَنِّي أَنْكُثُهُ'' ، ''مجھے یہ قطعاً گوارہ نہیں کہ میں اس معاہدہ کو توڑ دوں خواہ اس کے بدلے مجھے سرخ اونٹوں سے مال مال کردیا جائے'' [مسند أحمد ط الميمنية: ١/ ١٩٠، رقم ٦٥٥ وإسناده صحيح]

اللہ کے نبی ﷺ کے ان ارشادات میں ہمارے لئے سیکھنے کی کئی باتیں ہیں لیکن تین باتیں بطور خاص نوٹ کرنے کی ہیں:

☆ پہلی بات یہ کہ گنہگار اور بگڑے ہوئے معاشرے میں بھی ظلم کی روک تھام اور امن کی کوشش ترک نہیں کرنی چاہئے ، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں انفرادی یا اجتماعی سطح پر کہیں بھی ظلم ہوتا ہے تو بہت سارے لوگ مظلوم یا مظلوموں کی مدد کرنے کے بجائے ان پر ڈھائے گئے ظلم کو عذاب الٰہی بتا کر یہ کہتے ہوئے خاموش ہوجاتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے گناہوں اور پاپوں کی سزا ہے، یعنی نماز اور روزہ کی تلقین کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ زمانہ جاہلیت کے مظلومین صوم وصلاۃ کے پابند اور تہجد گزار نہیں تھے لیکن پھر بھی ان کی مدد کے لئے کوششیں کی گئیں۔

☆ دوسری بات یہ کہ ظلم کے خلاف اور امن کے قیام کے لئے جب آپ کھڑے ہوجائیں تو ایسی استقامت کا ثبوت دیں کہ کوئی بھی شخص آپ کو روپیوں اور پیسوں سے خرید نہ سکے، آپ ﷺ نے اسی بات کا درس دیتے ہوئے حلف الفضول کے معاہدہ سے متعلق کہا کہ اگر مجھے سرخ اونٹوں سے بھی مالا مال کردیا جائے تو بھی میں اس معاہدہ کو نہیں توڑ سکتا۔

☆ تیسری بات یہ کہ اس راہ میں میں ہر مذہب اور ہر قوم کے امن پسندوں کی قدر کریں ان کا ساتھ حاصل کریں اور ان پر اعتماد کریں اور یہ مت بھولیں کہ بہت سے افراد آپ کے مذہب پر نہ ہونے کے باوجود بھی ظلم کے خلاف آپ کا بھرپور ساتھ دے سکتے ہیں، ابوطالب آپ ﷺ کے دین پر نہیں تھے، لیکن انہوں نے آپ ﷺ کی جو مدد کی ہے وہ مخفی نہیں، بلکہ ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس شخص کو اپنی سواریاں دے کر یہ طے کیا کہ تم تین دن بعد غار ثور پر ملو اور وہاں سے مدینہ تک الگ راستے سے ہمیں پہنچادو، وہ شخص کوئی مسلمان نہیں تھا بلکہ ''وهو على دين كفار قريش '' (وہ کفار قریش کے دین پر تھا)[صحيح بخاری:رقم ٢٢٦٣]

غور کریں کہ ہجرت جیسے مقدس اور انتہائی خطرناک مشن میں آپ ﷺ نے ایک غیر مسلم پر اعتماد کیا اور اس غیر مسلم نے بھی پوری طرح وفاداری کا ثبوت دیا، باوجود اس کے مکہ والوں نے نبی ﷺ کا پتہ بتانے والے کے لئے بہت بڑے انعام کا وعدہ کیا تھا۔

غرض یہ کہ آپ ﷺ کی سیرت کے ان پہلوؤں میں ہمارے لئے سبق ہے کہ ہمیں کسی بھی حالت میں امن کی کوشش ترک نہیں کرنی چاہئے اور اس کے لئے ہر سماج کے امن پسندوں کے ساتھ مل کر ظالموں کے خلاف پوری قوت اور استقامت کے ساتھ ڈٹ جانا چاہئے۔-------------------------------------ابو الفوزان السنابلی

(چوتھی قسط)

# علم عقیدہ کی چند اہم مصطلحات

عبیداللہ الباقی أسلم

☆**ایک نظر مصطلح سلف پر:**

* **أولاً: سلف کا لغوی معنی:** ''سلف'' یہ سالف کی جمع ہے، اور سالف متقدم کو کہا جاتا ہے، اور سلف سے مراد وہ جماعت ہے جو گزر چکی ہو۔[ لسان العرب لابن منظور:۱۵۸/۹]

ابن فارس فرماتے ہیں:''**سلف :السین ، وللام ، والفاء أصل واحد یدل علی تقدم وسبق...**''

سلف: سین، لام، اور فاء ایک ایسی اصل ہے، جو تقدم اور گزرے ہوئے زمانہ پر دلالت کرتی ہے۔

لہٰذا''سلف'' یہ''**سلف یسلف سلفا وسلوفا**'' سے ماخوذ ہے،یعنی:وہ گزر گیا۔[المفردات للراغب الأصفهانی: ص: ۲۳۹]

اور ہر انسان کا''سلف''اس کے گزرے ہوئے آباء واجداد، اور قریبی رشتہ دار میں سے جو عمر وفضل میں برتر ہوں، اوران میں سے فرد واحد کو''سالف'' کہا جاتا ہے۔[معالم التنزیل للبغوی:۱٤۲/٤]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلف سے مراد:''آباء واجداد اور اقارب میں سے وہ لوگ ہیں جو مر چکے ہیں، اسی لئے تابعین کے دفعہ اول کو''سلف صالح'' کہا جاتا ہے۔[النهایة فی غریب الحدیث لابن کثیر:۳۹۰/۲]

***ثانیاً:سلف کا اصطلاحی معنی:**

جہاں تک سلف کے اصطلاحی معنی کی بات ہے، اوراس سے کیا مراد ہے؟ تو اس سلسلے میں علماء کرام نے کئی ایک اقوال پر اختلاف کیا ہے، اوران کے اختلاف کی وجہ''تحدید زمانہ'' ہے، ان کے چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

***سلف سے مراد:**

۱۔ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یہ چند شراح''رسالہ لابن أبی زید القیر وانی'' کا قول ہے۔[وسطیة أهل السنة بین الفرق للدکتور محمد باکریم :ص:۹۷-۹۸]

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ہیں، یہ ابو حامد الغزالی کا قول ہے، جیسا کہ انہوں نے کہا:

''**اعلم أن الحق الصریح الذی لا مراء فیه عند أهل البصائر ، هو مذهب السلف، أعنی مذهب الصحابة والتابعین**''''جان لو کہ وہ حق صریح ہے جس کے بارے میں دانشوروں کے نزدیک کوئی شک و

شبہ کی گنجائش نہیں ہے، وہ سلف کا مذہب ہے، (اس سے) میری مراد صحابہ کرام اور تابعین کا مذہب ہے'' [إلجام العوام عن علم الكلام للغزالي :ص٥٣]

۳۔ صحابہ کرام، تابعین، اور تبع تابعین ہیں، یعنی وہ تین صدی جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول میں خیریت کو ثابت کیا ہے۔

''خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم'' ''سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے'' [صحيح البخاري: ٢٦٥٢، و صحيح مسلم:٢٥٣٣]

اس قول کی طرف اہل علم کی ایک بڑی تعداد گئی ہے، جیسے امام شوکانی، اور امام سفارینی وغیرھما۔

سلف سے متعلق پچھلے تمام اقوال کی رو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سلف کے مسمی میں قرون اولی کے سارے لوگ داخل ہیں، لیکن اس زمانہ کے سارے لوگوں کو ''سلفی'' نہیں کہا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ قرون اولی ہی میں مختلف فرقوں کا ظہور ہوا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خروج ورفض کی بدعت نے جنم لی، جبکہ زمانۂ صحابہ کے اواخر میں بدعت ارجاء وقدر، اور زمانۂ تابعین کے اوائل میں بدعت تعطیل وتشبیہ نے سر اٹھایا۔ دیکھیں: [منهاج السنة:٢٣١/٦]

ان تمام بدعتوں نے مدینہ منورہ سے باہر دوسرے علاقوں میں سر اٹھایا، کوفہ میں تشیع وارجاء، بصرہ میں اعتزال وتصوف، شام میں نصب وقدر، اور خراسان میں تعطیل جیسی بدعتوں نے جنم لیا۔ دیکھیں: [مجموع الفتاوى لابن تيمية: ٣٠٠/٢٠]

اس بنا پر ''تعیین سلف میں صرف قدیم زمانہ کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ قدیم زمانہ کے ساتھ کتاب وسنت کے لئے نصوص اور روحانی اعتبار سے رائے کی موافقت ضروری ہے، اسی لئے جس کی رائے کتاب وسنت کے مخالف ہو، اسے ''سلفی'' نہیں کہا جاسکتا ہے، اگرچہ اس نے صحابہ اور تابعین کے مابین زندگی گزاری ہو'' [الإمام ابن تيمية وقضية التأويل للدكتور جنيد :ص:٥٢، ] کسی حد تک تصرف کے ساتھ اقتباس۔۔۔)

اور صحیح بات یہی ہے کہ اہل قرون مفضلہ جو کتاب وسنت کے موافق تھے، ان کے ساتھ ان لوگوں کو شامل کیا جائے گا جنہوں نے کتاب وسنت کی موافقت کی، ان بزرگوں کے منہج کو اختیار کیا، اور ان کے ان آثار وصحیح مرویات کو اپنایا جن کے ذریعے سے سلف صالح نے حق کو بیان کیا ہے۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگ ''سلف'' کے مفہوم میں داخل ہیں، اور امام سفارینی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں مُوَفَّق ہیں، جنہوں نے مذہب سلف کی یوں تحدید کی ہے کہ: مذہب سلف وہ طریقہ ہے جس پر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اور

وہ ائمہ دین قائم تھے،جن کے لئے امامت کی شہادت دی گئی ہو،اور دین کے مسائل میں ان کی قدردانی کی گئی ہو،اورلوگوں نے ان کی باتوں کوشرف قبولیت بخشی ہے،کسی بھی بدعت میں وہ ملوث نہ تھے،اور نہ ہی کسی غیر پسندیدہ لقب سے مشہور ہوئے،جیسے:خوارج،روافض،قدریہ،جبریہ،جہمیہ،معتزلہ اورکرامیہ اوران جیسےلوگ۔[لوامع الأنوار للسفاريني: ٢٠/١]

بنابریں سلف سے مرادصرف قرون مفضلہ کے لوگ ہی نہیں بلکہ وہ تمام لوگ ''سلف'' کے ضمن میں شامل ہیں، جنہوں نے کتاب وسنت کی موافقت کی،اورصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج کواپنایا۔

*** ثالثا: علماءسلف کےنزدیک ''خلف'' کامفہوم:**

لغت میں ''خلف''اس شخص کوکہا جاتا ہے جومتقدم کے پیچھے آئے، چاہے وہ زمانہ کے اعتبار سے، یا پھر رتبہ کے اعتبار سےمتأخرہو۔[القاموس المحيط للفيروزآبادي: ص:١٠٤٢-١٠٤٣]

اورسلف کے مقابلے میں خلف بول کروہ شخص مراد ہوتا ہے، جوکسی بدعت کا مرتکب ہو، یا کسی ناپسندیدہ لقب سے مشہورہو۔[القاموس المحيط للفيروزآبادي: ص:١٠٤٢-١٠٤٣]

جیسا کہ امام سفارینی کی عبارت اس سلسلے میں گزری،لہٰذا جوبھی کتاب وسنت سے منحرف ہوا،اورصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے روگردانی کی،اسے اپنے لئے منہج نہیں مانا،تو وہ''خلفی'' ہے،اگرچہ اس نے صحابۂ کرام کے درمیان زندگی گزاری ہو۔

*** رابعاً:ائمہ کرام کےنزدیک منہج سلف کااہتمام:**

اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کےصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کاحکم دیتے ہوئےفرمایا:﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾[لقمان:١٥]

امام ابن القیم رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:''صحابہ میں سے ہرایک اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں،لہٰذاان کے راستے کی اتباع کرنا ضروری ہے،اوران کےاقوال واعتقادات ان کا سب سے بڑا (اہم) راستہ ہے۔''[أعلام الموقعين:١٦٨/٤]

اللہ تعالیٰ اس مبارک گروہ سے راضی تھا،انہیں یہ کہہ کرخوشخبری سنائی ہے:﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾''اورجومہاجرین اورانصارسابق اورمقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں،اللہ ان سب سے راضی ہوا،اوروہ سب اس سے راضی ہوئے،اور

اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے" [التوبة:١٠٠]

لہٰذا ان کے منہج سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے؟

بنابریں صحابہ کرام میں سے خصوصاً خلفاء راشدین ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی سنت، اوران کے طریقہ کار کو اپنانا مسلمانوں کی شان و پہچان ہے، اسی لئے ان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "**عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ**" [سنن أبي داؤد:٤٦٠٧، سنن الترمذي:٢٦٧٦] البانی رحمہ نے کہا کہ: اس کی اسناد صحیح ہے، اوراس کے رجال ثقہ ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "**من كان مستنا فليستن بمن قد مات، فإن الحي لا تؤمن عليه الفتنة، أولئك أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أبر هذه الأمة قلوباً وأعمقها علماً، وأقلها تكلفاً، قوم اختارهم الله بصحبة نبيه وإقامة دينه فاعرفوا لهم حقهم وفضلهم فقد كانوا على الهدى المستقيم**" [جامع بيان العلم وفضله:٢/٩٧]

جوسنت کا متلاشی ہے وہ اپنے پُرکھوں کی سنت کو لازم پکڑے، کیونکہ جو زندہ ہیں ان پر فتنوں کے خطرات ہیں، وہ محمد ﷺ کے ساتھی ہیں، اس امت کے سب سے صاف وشفاف دل والے ہیں، گہرے علم کے مالک ہیں، تکلف سے عاری ہیں، وہ ایسی جماعت ہے جسے اللہ نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے اختیار کیا تھا، اوراپنے دین کی سربلندی کے لئے انتخاب فرمایا تھا، تو ان کے حقوق وفضائل کو پہچانو کیونکہ یہی لوگ راہ راست پر گامزن تھے" [شرح السنة:١/٢١٤، الشريعة:٤/١٦٨٥]

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "علم وہی ہے جو محمد ﷺ کے اصحاب سے آیا ہو، اور جو ان سے نہ آیا ہو تو پھر وہ علم ہی نہیں ہے" [جامع بيان العلم وفضله:١/٦١٧]

منہج سلف کو اجاگر کرتے ہوئے ایک اور جگہ فرماتے ہیں: "اپنے سلف کے آثار کو لازم پکڑو، گرچہ لوگ تمہیں نکار دیں" [الشريعة:١/٤٤٥]

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہمارے نزدیک سنت کا اصول یہ ہے کہ جس منہج پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ گامزن تھے اسے مضبوطی کے ساتھ تھام لیا جائے، اوران کی اقتداء کی جائے، اور بدعتوں کو چھوڑ دیا جائے" [شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة:١/١٥٦]

ائمہ کرام نے منہج سلف پر کتابیں تالیف کی، پیچیدہ مسائل کو اسی سے حل کیا، اسے ہی فہم سلیم کے لئے بنیاد قرار دیا،

اور استنباط واستدلال کا معیار بتایا، چنانچہ امام ابن ابی العزرحمہ اللہ فرماتے ہیں:''اور میری تمنا تھی کہ میں راہ سلف پر چلتے ہوئے انہی کی عبارتوں میں اس (عقیدۂ طحاویہ) کی شرح کروں، اوران کے زانوئے تلمذ اختیار کرتے ہوئے ان کے طریقوں کواجاگر کروں، شاید کہ میں ان کے موتیوں کوپروں دوں، اوران کے زمرے میں شامل ہوجاؤں''[شرح العقيدة الطحاوية:ص:٧٤]

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ہم جو کہہ رہے ہیں، اورجس دین سے ہم اللہ کی رضامندی حاصل کرتے ہیں (وہ) ہمارے رب کی کتاب، اور ہمارے رسول کی سنت، اور صحابہ، تابعین، اور ائمہ حدیث سے جو کچھ مروی ہے انہیں لازم پکڑنا ہے''[الإبانة عن أصول الديانة:٢٠/١]

اورامام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''اے عبداللہ! اگرانصاف چاہتے ہو تو قرآن وسنت کے نصوص پررک جاؤ، پھر دیکھوان آیات کے سلسلے میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین، اورائمہ تفسیر نے کیا کہا ہے، اورانہوں نے مذاہب سلف سے متعلق کن اقوال کو بیان کیا ہے، (اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ) پھر یا تو علم ودانائی کے ساتھ بولوگے، یا پھر حلم وبردباری کے ساتھ خاموش رہوگے''[العلو:ص:١٦]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے بہترین مؤمنین ہیں''[مجموع الفتاوىٰ:٥٩/٣٥]

مزید ایک اور جگہ فرماتے ہیں:''اس میں اوران جیسے مسائل میں انسان پر جو اعتقاد واجب ہے منجملہ (وہ تمام امور ہیں) جن پر اللہ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت دلالت کرتی ہے، جن پر ان سلف مؤمنین کا اتفاق رہا ہے جن کی تعریف اللہ نے کی، اوران کے پیروکاروں کی تعریف کی ہے، اوران تمام لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جنہوں نے ان (سلف صالح) کے منہج کوٹھکرا کر غیروں کی اتباع کی''[مجموع الفتاوىٰ:١٥٨/٤]

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ان تمام علوم میں علم نافع کتاب وسنت کے نصوص کو ضبط کرنا، ان کے معانی کو سمجھنا، اس میں ان اقوال کی قید لگانا (ضروری) ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین سے قرآن وحدیث کے معانی (کی وضاحت) میں منقول ہیں۔۔۔''[فضل السلف على علم الخلف:٦/١]

مذکورہ اقوال سے یہ بات روشن سورج کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ منہج سلف پر چل کر ہی کامیابی مل سکتی ہے، انہی کے طریقوں کواپنا کر منزل مقصود تک پہونچا جاسکتا ہے، انہی کے اقوال وافکار سے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں، اورانہی کی حکمت ودانائی سے پریشانیوں کی گتھیاں سلجھائی جاسکتی ہیں، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوٹ آئیں، منہج

سلف کی طرف لوٹ آئیں، ہم اس راہ پر چل پڑیں جس کی خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تعریف کی ہے، اور اس راہ کی مخالفت کو گمراہی قرار دیا ہے، لہٰذا یہ امر یقینی ہے کہ اسی سلفی منہج سے اصلاح ممکن ہے، کیونکہ "اس امت کے آخری دفعہ کی اصلاح وہی چیز کرسکتی ہے جس نے پہلی دفعہ کی اصلاح کی تھی" [الموطأ: ٥٨٤/١]

* خامسا: منہج سلف یا ائمہ سلف کی طرف انتساب:

سابقہ سطور سے یہ بات عیاں ہوچکی ہے کہ منہج سلف ایک فکر کا نام ہے، جس کا منبع وسرچشمہ کتاب وسنت رسول ﷺ ہے، لہٰذا ائمہ کرام نے اپنے ان پُرکھوں کو سلف کے نام سے یاد کیا ہے، جو اللہ کی کتاب، سنت نبویہ، طریقۂ صحابہ کرام، اور منہج تابعین عظام پر قائم تھے، ائمہ سلف کی کتب ومؤلفات اس کی مثالوں سے بھری ہوئی ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس شخص کے لئے یہ کوئی عیب کی بات نہیں جس نے مذہب سلف کو ظاہر کیا، اور خود کی اس کی طرف نسبت کی، بلکہ اس سے یہ قبول کرنا ضروری ہے کیونکہ مذہب سلف صرف حق ہی ہوسکتا ہے" [مجموع الفتاویٰ: ١٤٩/٤]

اسی طرح شیخ عبد الرحمٰن معلّمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (القائد إلی تصحیح العقائد: ص: ۴۷، ۵۱، ۵۵) میں، علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے اپنے رسالے (تنبیہات ہامۃ علی ما کتبہ محمد علی الصابونی فی صفات اللہ عز وجل، ص: ۳۴-۳۵) میں، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے (مختصر علو: ص: ۱۲۲) میں مصطلح سلف کو استعمال کیا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص منہج سلف کی طرف نسبت کرتے ہوئے خود کو "سلفی" کہتا ہے تو ضروری ہے کہ اس کے اندر کسی قسم کا غرور نہ ہو، اپنے آپ کو منہج سلف کے لئے پاسبان ثابت کرے، کتاب اللہ اور سنت نبویہ کا پابند بنائے، بدعت اور اہل بدعت سے دوری اختیار کرے، اسلاف کا سچا جانشین بنے، اخلاص وللّٰہیت کا علمبردار ہو، اور عمل وکردار سے اپنی سلفیت کا ثبوت دینے کی ہمہ دم کوشش کرے، تو پھر یہی حقیقی معنی میں اہل منہج سلف اور سلفی ہیں۔

لہٰذا سلف وسلفیوں کی مخالفت کرنے والوں کو چاہئے کہ منہج سلف کا مطالعہ کریں، اس عظیم منہج کو ٹٹول کر دیکھیں، جو ایسے موتیوں کا خزینہ ہے، جو یقیناً راہ راست کو روشن کرنے والے ہیں اور صراط مستقیم کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔

**"أولئک آبائی فجئنی بمثلھم"**

"یہ وہ قوم تھی جن کے قلوب انبیاء کرام کے بعد سب سے اطہر وانقی قرار دئے گئے ہیں......" **"ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد، فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزراء نبيه"** [حلية الأولياء: ٣٧٥/١]

(نوٹ: اس مضمون کا بیشتر حصہ میرے استاذ محترم دکتور عبد القادر بن محمد عطا صوفی حفظہ اللہ کی کتاب المفید فی مہمات التوحید سے مستفاد ہے۔)

# غزوات نبویہ اقدامی یا دفاعی

عبدالکریم رواب علی السنابلی (الخبر: سعودی عرب)

بعثت نبوی ﷺ سے لے کر دور حاضر تک ہر زمانہ میں غیر اقوام کی اسلام کو بدنام کرنے، عوام الناس میں اس کی شبیہ بگاڑنے اور اسلامی تعلیمات کے تعلق سے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی مسلسل کوشش رہی ہے۔اور دشمنان اسلام نے اسلام کی بنیادوں کو اپنا ہدف بنانے کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین رسول اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ اور حیات نبوت کو ٹارگٹ کیا ہے اور جدوجہد کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش ہوتی ہے کہ اسلام زور زبردستی سے پھیلا اور دشمنان اسلام یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے غزوات وسرایا کا سہارا لے کر عوام پر ظلم وتشدد کر کے اسلام کو قبول کرنے پر مجبور کیا۔ یہ نقطہ اٹھا کر عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں اور ذہن سازی کی جاتی ہے کہ تمام غزوات اقدامی تھے۔ اہل مکہ کے خلاف معرکہ آرائی کر کے ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا، اور دور حاضر میں اسلام مخالف طاقتیں عوام کو Love Jihad، دھرم واپسی، یا ''مسجد توڑو مندر بناؤ'' کے نعروں سے ان کو تردد میں مبتلا کر کے یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کرتی ہیں کہ مسلم امراء اور حکمرانوں نے عوام کو مذہب بدلنے پر مجبور کیا تھا اور مندروں کو توڑ کر مسجدیں بنوائی تھیں۔

قارئین کرام! آیئے غزوات کے اسبابِ وقوع پر نظر ڈالتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ غزواتِ نبویہ ﷺ دفاعی تھے یا اقدامی؟

رسول اللہ ﷺ نے پوری حیات مبارکہ میں ۱۹ غزوات میں شرکت فرمائی، تمام غزوات کے اسباب کا تجزیہ کرنا یہاں مشکل ہے لہٰذا ہم انہی غزوات کے اسباب پر تبصرہ کریں گے جو تاریخی پس منظر سے بہت اہم ہیں، غزوات کے حالات، پس منظر، حکمت عملی اور اسباب ونتائج پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ سارے معرکوں کی ابتداء مشرکین مکہ یا یہودیوں نے ہی کی تھی، انہوں نے امن وامان کو چیلنج کیا۔ چنانچہ بطور دفاع آپ اور صحابہ کرام نے سامنے آکر مقابلہ کیا، فتنے کی آگ بجھائی اور غدر وخیانت کا قلع قمع کیا۔

**غزوۂ بدر:** یہ غزوہ ۲ھ رمضان کے مہینے میں وقوع پذیر ہوا اور یہ اسلام کا پہلا فیصلہ کن معرکہ تھا، کفار مکہ نے تیرہ

سالہ مکی زندگی میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام پر دنیا تنگ کر رکھی تھی اور مسلمانوں کے لئے آزادی کی سانس لینا مشکل ہو گیا تھا، مشرکین مکہ کی زیادتیوں کا سلسلہ اس قدر طول پکڑ لیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے پر متفق ہو کر مختلف قبیلوں کے نوجوانوں کو مامور کر دیا تھا۔

چنانچہ جب اشاعت اسلام کے تمام راستے مسدود نظر آنے لگے، جان و مال مصائب میں گھر گئے تو نبی ﷺ اور صحابہ کرام وطن عزیز کو ترک کرنے پر مجبور ہو گئے حالانکہ ترک وطن فی نفسہ ایک بڑی آزمائش تھی۔ لہٰذا صحابہ کرام نے اپنا سارا مال ومتاع، دولت وثروت، کنبہ قبیلہ، تجارت وصناعت اور کھیتی وکھلیان کو تیاگ کر ایمان وتوحید کو فوقیت دیتے ہوئے مدینہ ہجرت کر گئے اور کفار مکہ نے مسلمانوں کے تمام ثروات پر قبضہ کر لیا۔

ہجرت کے بعد بھی کفار ومشرکین کے ظلم وجور کا سلسلہ بند نہیں ہوا جب دیکھا کہ انصار مدینہ نے اپنے مال وجان کو مہاجرین پر نچھاور کر دیا، مہاجرین وانصار شیر وشکر ہو گئے، مسلمانوں کا دعوتی سلسلہ بند نہیں ہو رہا ہے تو انصار مدینہ کو طرح طرح کی دھمکیاں دینا شروع کر دیا، یہاں تک کہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا عزم کر لیا بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی بقاء کی سلامتی کی خاطر پنجہ آزمائی کا حکم دیا۔

چنانچہ مسلمانوں نے مکہ کے تجارتی قافلوں کا پیچھا کرنا شروع کیا، قریش کا ایک تجارتی قافلہ دولت وثروت سے لدا ہوا شام سے واپس ہو رہا تھا آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو نکلنے کا حکم دیا کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ بطور غنیمت اور بطور تعویض (جن اموال پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا) ہمیں نوازے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کے قافلے کے بارے میں سنا تو فرمایا:

**"هذه عير قريش فيها اموالهم فأخرجوا اليها لعل الله ينفلكموها"**

"یہ قریش کا قافلہ مال سے لدا ہوا آ رہا ہے نکل پڑو ہو سکتا اللہ تعالیٰ بطور غنیمت تمہیں نوازے" [رواه ابن اسحاق فی السيرة:٢/٢٩٥، وعبد الرزاق فی المصنف :٣٤٨/٥، وصححه الشيخ الالبانی ]

لہٰذا مسلمانوں نے اپنا کھویا ہوا مال ومتاع واپس حاصل کرنے کی غرض سے تجارتی قافلہ کا تعاقب کیا لیکن قافلہ بچ نکلا۔ چونکہ مکہ خبر پہنچ چکی تھی لہٰذا مقابلہ آرائی کے لئے ہزاروں کا لشکر جرار امڈ پڑا لیکن مسلمانوں کی مڈبھیڑ قافلے سے نہ ہونے کی وجہ سے لشکر نے واپس مکہ کا رخ کیا، ابوجہل نے نخوت وتکبر کی بنیاد پر سارے لیڈران کو ابھارا اور جنگ کے لئے ورغلایا اور لشکر کو اکٹھا کر کے میدان جنگ میں اتار دیا۔

یہاں مسلمانوں کا مقصد جنگ وجدال نہیں تھا بلکہ قافلے کو روک کر اپنا مال ومتاع واپس لینا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی صحابی کو بھی اس وقت نکلنے پر مجبور نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے بہت سارے صحابہ کرام مدینہ ہی میں رہ گئے تھے۔

"إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ، حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيعَادٍ"

"رسول اللہ ﷺ قافلے کی تلاش میں نکلے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے دشمن کو ایک غیر متعین جنگ کے لئے اکٹھا کردیا" [رواه البخاری فی صحیحه: کتاب المغازی: باب قصة بدر: ۳۹۵۱]

خلاصۂ کلام یہ کہ مسلمانوں کا مقصد اور ارادہ جنگی نہیں تھا لیکن جب ابوجہل نے حالات کو سنگین بنا دیا اور لشکر کو مسلمانوں کے مدمقابل میں لا کھڑا کر دیا تو پھر مسلمانوں نے ایمانی قوت کا مظاہرہ کیا اور نتیجۃً یہ معرکہ رونما ہوا۔ لہٰذا یہ غزوہ مسلمانوں کی طرف سے دفاعی تھا نہ کہ اقدامی۔

**غزوۂ احد:** یہ غزوہ ۳ھ شوال کے مہینے میں رونما ہوا، یہ غزوہ اسلامی غزوات کا ایک اہم غزوہ ہے، چونکہ مشرکین جنگ بدر میں بری طرح شکست خوردہ ہوئے تھے، ان کے بڑے بڑے لیڈران اور رؤسا اس غزوہ میں بری طرح قتل کردیئے گئے تھے لہٰذا مشرکین غیظ وغضب سے بھڑک رہے تھے، یہاں تک کہ مقتولین پر آہ وفغاں کرنے سے روک رکھا تھا اور قیدیوں کی رہائی کے تعلق سے رغبت کا اظہار نہیں کر رہے تھے تاکہ مسلمانوں کو ان کی تکالیف کا اندازہ نہ ہوسکے۔

چنانچہ غیظ وغضب کی تسکین کے خاطر غزوۂ احد کی تیاری کے پیش نظر تمام مال ومتاع جو ابوسفیان کے بچ نکلے ہوئے قافلے سے حاصل ہوا تھا اسے جنگ کی تیاری میں صرف کردیا اور اپنے ساتھ احابیش، اہل تمامہ اور کنانہ کو ایک جھنڈا تلے جمع کرلیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ابوسفیان کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھائی کردیا۔ ان کی تیاریوں اور مال ودولت کے خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں نقشہ کھینچا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللّٰهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾

"کفار اپنی دولت کو اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے خرچ کریں گے یہ صرف تو کریں گے لیکن یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعثِ افسوس ہوگا، پھر یہ لوگ شکست خوردہ ہوجائیں گے" [الانفال: ۳۶]

بہر حال اس غزوے میں اہل اسلام کی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تمام کی تمام اقدامات اور شروعات کفار مکہ کی طرف سے ہوئیں۔لہٰذا مسلمانوں نے دفاعی طور پر لشکر تیار کیا اور کفار مکہ سے پنجہ آزمائی کی۔

**غزوۂ خندق:** یہ غزوہ شوال ۵ھ میں پیش آیا اس غزوہ میں اہل قریش اور تمام اہل عرب مسلمانوں کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔

چونکہ دسیسہ کاری، خیانت اور بدعہدی یہودیوں کی فطرت میں پیوست تھی لہٰذا جب یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان کی بدعہدی اور آپ کو قتل کرنے کی گھناؤنی سازش کے بدولت مدینہ سے شہر بدر کر دیا گیا تو وہ تمام خیبر منتقل ہو گئے، وہ منتقل ہونے کے بعد بھی اپنی خباثتوں سے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی سازش کرتے رہتے تھے، لہٰذا بنو نضیر کے رؤسا نے قریش مکہ کے پاس جا کر مسلمانوں کے خلاف آمادۂ جنگ کیا، اپنی مدد کا بھرپور یقین دلایا، اس کے بعد بنو غطفان کو بھی مسلمانوں کے خلاف ورغلایا اور رفتہ رفتہ بقیہ تمام قبائل عرب کو جنگ کی ترغیب دے کر سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے مسلمانوں کے خلاف کھڑا کر دیا، لہٰذا مکہ سے ابوسفیان چار ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا، راستے میں مر الظہر ان پہنچا تو دیگر قبائل بھی شامل ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام غطفانی قبائل، اشجع، بنو اسد اور دیگر قبائل شامل ہو گئے، اور مسلمانوں کے خلاف اسلامی سلطنت کو ختم کرنے اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے دس ہزار کا ایک جم غفیر اسلام کے خلاف آ کھڑا ہو گیا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو معاندین اسلام کی سازشوں اور تیاریوں کی خبر ملی تو فوراً ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر عمل پیرا ہو کر خندق کی کھدوائی کی گئی اور مسلمانوں نے پوری قوت ایمانی کا مظاہرہ کر کے اہل کفر کا مقابلہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾

''جب مومنوں نے جتھے کو دیکھا تو کہا یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے کیا تھا، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا تھا، لہٰذا اس کیفیت نے ان کے ایمان اور جذبۂ اطاعت کو چار چاند لگا دیا'' [الاحزاب:۲۲]

**غزوۂ بنو المصطلق:** یہ غزوہ ۵ھ یا ۶ھ میں پیش آیا۔دراصل نبی کریم ﷺ کو خبر ملی کی بنو المصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار دیگر قبائل کو ملا کر مدینہ پر حملہ کرنے والا ہے۔آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا چنانچہ جب حقیقت کا پتہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بنو

المصطلق کی طرف کوچ کیا، ابتداء عرب کے دیگر قبائل جو بنوالمصطلق سے آملے تھے سب بکھر گئے لیکن چشمہ مریسیع تک پہنچے تو بنوالمصطلق نے جنگ کی ٹھان لی اور مڈبھیڑ ہوگئی، لہٰذا مسلمانوں نے حملہ کرکے ان کی عورتوں اور مویشیوں پر قبضہ کرلیا۔

بہر حال دیگر غزوات کی طرح یہ غزوہ بھی دفاعی ہی رہا ابتداء اہل کفر ہی کی طرف سے ہوئی۔

**غزوۂ خیبر:** غزوۂ احزاب کے ضمن میں ہم بتا چکے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں نے ہی قریش اور دیگر قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کے جنگ پر آمادہ کیا تھا، بنوقریظہ کو بدعہدی اور خیانت پر ابھارا تھا اور آپ ﷺ کے قتل کا پروگرام تک بنالیا تھا۔ اپنی تمام تر دسیسہ کاریوں اور خباثتوں کی بدولت مسلمانوں پر یلغار کرتے رہتے تھے، چنانچہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ سے اگلے دس سال جنگ نہ کرنے کی مصالحت ہوگئی اور ماحول پرسکون ہوگیا تو مسلمانوں نے انتقام لینے کی خاطر دفاعی طور پر یہودیوں کی سرکوبی کے لئے خیبر کارخ کیا۔

**غزوۂ موتہ:** یہ غزوہ ۸ھ جمادی الاولیٰ میں پیش آیا۔ اس غزوہ کے وجوہات پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو اپنا خط دے کر بُصریٰ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا لیکن انہیں شرجیل غسانی نے گرفتار کرلیا اور گردن ماردی۔

قارئین کرام: سفیر کا قتل کرنا بڑا بھیانک جرم سمجھا جاتا تھا۔ قاصد کا قتل اعلان جنگ یا اس سے بھی سنگین سمجھا جاتا تھا۔ حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قتل کردیا جانا آپ ﷺ پر بہت گراں گزرا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ لشکر تیار کی اور حملہ کردیا، یہ بہت ہی خوں ریز معرکہ تھا جو مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں پیش آیا۔ (الرحیق المختوم)

قارئین کرام: اسباب جنگ پر نگاہ ڈالنے اور تجزیہ کرنے سے پتہ چلا کہ مخالفین اسلام نے مسلمانوں کو جنگ کے لئے للکارا جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے ان کا سامنا کیا۔

**غزوۂ تبوک:** یہ غزوہ ۹ھ رجب میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ غزوہ آپ ﷺ کی زندگی کا آخری غزوہ تھا۔ یہ غزوہ کسی حد تک غزوۂ موتہ سے مربوط تھا۔ چونکہ قیصر روم کے گورنر نے اسلامی قاصد کو قتل کردیا تھا جس کے نتیجے میں غزوۂ موتہ پیش آیا۔ لیکن جب قیصر روم نے دیکھا کہ دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور اسلامی حدود کا دائرہ رفتہ رفتہ ان کے حدود تک پہنچ رہا ہے تو اسے خطرہ محسوس ہوا اور رومیوں اور آل عثمان پر مشتمل فوج تیار کی اور ڈھیرے ڈھیرے عیسائی قبائل لخم وجذام سب جمع ہوگئے اور مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے بلقاء تک آپہنچے۔ چونکہ یہ سخت گرمی کا موسم تھا وسائل آمدورفت کی قلت تھی، لہٰذا مسلمان فوراً کوچ نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے وقت کی

نزاکت کو سمجھا اور سوچا کہ اگر سستی برتی گئی اور رومی فوجیں کہیں اسلامی حدود میں گھس گئیں اور مدینہ تک آ پہنچیں تو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بہتر نہ ہوگا۔

چنانچہ آپ ﷺ کا اعلان کرنا تھا کہ صحابۂ کرام صدقہ وخیرات میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے جذبہ سے اپنے اثاثے اور مال ودولت اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرکے جنگ کی تیاری مکمل کی۔ اس موقع سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ فی سبیل اللہ خرچ کردیا تھا اور کہا تھا:

''أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ'' ''اپنے اہل وعیال کیلئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں'' [سنن الترمذی:۳٦۷۵، سنن ابی داؤد:۱٦۸۰،حسن]

بہرحال یہ غزوہ بھی مسلمانوں نے اپنی دفاع اور اپنی شان وشوکت اور اسلام کی بقاء کے لئے لڑی تھی۔

قارئین کرام: ان غزوات کے علاوہ دیگر غزوات (جن کا تذکرہ یہاں نہیں آیا ہے) کے اسباب ونتائج کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم رحمۃ للعالمین ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آنے والے تمام غزوات دفاعی تھے نہ کہ اقدامی۔

وہ نبی ﷺ جو رحمۃ للمسلمین نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین ہو معرکہ آرائی کیونکر کرسکتا ہے؟

وہ رسول ﷺ جس کے بارے میں قرآن کا فرمان ہو: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ ''آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں'' [القلم:٤] وہ غیروں پر حملہ کیسے کرسکتا ہے؟

وہ مذہب جس کی تعلیم ہو ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ ''اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے'' [البقرة:۱۹۱] جنگ وجدال کیسے کرسکتا ہے؟

جو مذہب ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ ''دین میں کوئی زور زبردستی نہیں'' [البقرة:۲۵٦] کی تعلیم دیتا ہو وہ غیروں کو تلوار کے زور پر اسلام کی طرف دعوت کیسے دے سکتا ہے؟

جو مذہب فتنہ پروروں کے ہاتھ اور پیر مخالف سمت سے کاٹنے کا حکم دے وہ فتنہ اور ظلم وتشدد کو کیسے قبول کرسکتا ہے؟

اسلام کی تمام تر تعلیمات بھائی چارگی، عفو ودرگزر، حلم وبردباری اور صبر وتحمل پر مبنی ہیں۔

قریب آؤ تو شاید ہمیں سمجھ جاؤ
یہ دوریاں تو فقط فاصلے بڑھاتی ہیں

# فکری جنگ

عبیداللہ الکافی اُکرم
متعلم: جامعۃ القصیم، سعودی عرب

اس وقت دنیائے اسلام جس دور سے گزر رہی ہے وہ اسلامی تاریخ کا انتہائی مشکل دور ہے، امت مسلمہ کو آج جس جنگ کا سامنا ہے وہ عسکری جنگ سے کہیں زیادہ خطرناک اور خوفناک ہے، جو آج سے نہیں پچھلے کوئی ڈیڑھ سو سال سے درپیش ہے، وہ فکری جنگ ہے، جو ہر آنے والا دن اور ہر نکلنے والا سورج خطرے و ہولنا کی کی ایک نئی جہت لے کر آتا ہے، آج اسلامی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جو اس خطرہ سے دوچار نہ ہو، افرد کے ذاتی کردار ہوں یا تربیت اولاد کا معاملہ، عائلی مسائل ہوں یا ازدواجی زندگی کا معاملہ، گھر کے خواتین کے رویے ہوں یا تعلیم وتعلم کا مسئلہ، معاشرتی زندگی کے گوشے ہوں یا مدارس ومساجد سے متعلق سرگرمیوں کا پہلو، غرضیکہ ہر چیز آج براہ راست فکری جنگ کے حملے کی زد میں ہے۔

**فکری جنگ کے حملوں کے چند نمونے:**

۱۔ فکری جنگ کا پہلا اور سب سے خطرناک حملہ میڈیا (ذرائع ابلاغ) ہے، ویسے تو ذرائع ابلاغ کی ترقی نے دوریوں کو سمیٹ دیا ہے، علم وخبر کی ترسیل میں آسانیاں پیدا ہوئی ہیں، افکار وآراء کی ترویج اور ابلاغ کے لئے دائرہ وسیع ہو گیا ہے، صاحبان علم وہنر کے تعارف اور اثر پذیری میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، لیکن اسی ذرائع ابلاغ کو دشمنان اسلام نے اسلام اور مسلم معاشرے کے خلاف اس کمال کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ اس کا جواب نہیں، آج فلم ،ڈرامے، سیریل، افسانے، موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعہ ہمارے گھروں میں اس طرح کاری ضرب لگی ہے کہ اس کی بھرپائی میں صدیاں بیت جائے، عشق ومحبت کی باتیں جو کبھی کتابوں کے اوراق میں ہوا کرتی تھیں اب ذرائع ابلاغ کی وجہ سے لوری کی جگہ لے لی ہے، نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ رشتے جن کی اساس حیا پر رکھی گئی تھی، آہستہ آہستہ اس سے محروم ہوتے جارہے ہیں، رشتوں کا تقدس اب ماضی کا داستان بن کر رہ گیا ہے، اخبارات ورسائل کا مطالعہ کریں یا ٹی وی یا انٹرنیٹ کھولیں تو معلوم ہوتا ہے دنیا کے اہم ترین لوگ کھلاڑی اور اداکار ہیں، اصحاب علم وفن، ارباب شعر وادب اور رجال تحقیق کا کسی معاشرہ میں جو مقام حاصل تھا اب روبہ زوال ہے، جس کی وجہ سے ہمارے نونہالوں کے لئے وہ لوگ اسوہ، قدوہ وآئیڈیل بن گئے ہیں جن کا دین ومذہب سے کوئی واسطہ نہیں۔

آج افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے عوام تو چھوڑیں طالبان علوم نبوت سے بھی اگر عشرۂ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پوچھیں تو شاید ہی جواب دے سکیں، لیکن کسی ملک کے ماضی وحال کے کرکٹرز یا فلم ادا کاروں کے بارے میں پوچھ لیں تو جواب ضرور ملے گا، اس لئے اگر ہمیں اپنے نونہالوں کی فکر ہے تو جلد از جلد اس جنگ کا حل نکالنا پڑے گا، اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس حل کی تلاش اپنے گھروں سے کریں، تربیت اولاد، تعلیم وتعلم میں غفلت وسستی نہ برتیں، ورنہ وہ دن دور نہیں جب ہم اپنی شناخت کھو بیٹھیں گے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت کرے۔

۲۔ فکری جنگ کا دوسرا سب سے سنگین حملہ استشراق ہے، استشراق کا عام مفہوم یہ ہے کہ: جب بھی کوئی استشراق کا نام لیتا ہے تو اس سے مراد یورپین علماء ومفکرین ہوتے ہیں، جن کا مقصد تحریک استشراق کو فروغ دینا ہے، تحریک استشراق کے دائرے اور مقاصد میں بڑی وسعت ہے، جو مشرق میں موجود تمام ممالک، مذاہب، زبان، تہذیب وتمدن، باشندوں، ان کی رسم ورواج اور عادت واطوار کے متعلق تحقیق کر کے ان کے علاقوں پر قبضہ کرنے اور انہیں اپنے دسترس میں رکھنے جیسے بہت سارے شعبہ جات پر محیط ہے، لیکن اسلام اور اہل اسلام نیز ان کے ممالک واملاک پر قبضہ کرنا، اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنا، قرآن واحادیث پر تشویش پیدا کرنا ان کا خاص ایجنڈا ہے، انہیں اب تک اس میدان میں خاطر خواہ کامیابیاں بھی حاصل ہوئی ہیں، جس کا واضح ثبوت ''دائرہ معارف اسلامی'' ہے۔

یہ انگریزی، فرانسیسی، جرمنی زبان میں شائع ہو چکا ہے، جس میں چار سو سے زائد مستشرقین کی کاوش ومحنت شامل ہے، جو تین ہزار سے زائد مواد، دس ہزار سے زائد صفحات، اور تین سو سے زائد اسلام اور قرآن وحدیث پر اعتراضات ومختلف شبہات پر محیط ہے۔

اس عظیم خطرے سے ڈٹ کر مقابلے کے لئے ہمیں ہر اعتبار سے مستعد رہنا پڑے گا، اپنے اندر وہ قوت وصلاحیت پیدا کرنا ضروری ہے، جس کے ذریعہ سے ہم استشراق ومستشرقین کو دنداں شکن جواب دے سکیں۔

۳۔ فکری جنگ کا تیسرا حملہ ''امداد'' ہے، آج دشمن اسلام خصوصاً یہود ونصاریٰ نے امداد کے ذریعہ اسلام اور اہل اسلام پر ایک ایسا جال بچھایا ہے جس میں جاہل ونادر مسلمان بلا احساس پھنستے جا رہے ہیں، اپنے علاقوں پر مشاہدہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کس قدر انہوں نے اسکول، اسپتال، رفاہی اداروں کا جال بچھا کر رکھا ہے اور کس قدر تیزی سے جاہل، نادر اور کمزور طبقہ کے لوگ اس سے متأثر ہوتے جا رہے ہیں، یقیناً ہمارے لئے ایک سبق آموز اور قابل فکر بات ہے، اس کا حل بھی ہمیں ہی نکالنا پڑے گا، ورنہ وہ دن بھی آسکتا ہے جب ہماری ایک بڑی تعداد ہم سے دور ہو جائے، پھر کف افسوس ملنے کے کچھ باقی نہ رہے گا۔

۴۔ فکری جنگ کا چوتھا حملہ (لادینیت communism) کو فروغ دینا ہے۔ آج ہمارے معاشرے کو یہی لادینیت دیمک کی طرح آہستہ آہستہ کھوکھلا کر رہی ہے، اس کے دائرے وسیع تر ہوتے جارہے ہیں اور آج حالت تو یہ ہے کہ لوگ اللہ ورسول کی بات ماننا تو دور کی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتے، یقیناً یہ بھی ہمارے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے، اگر اس سے بہت جلد نہ نپٹا جائے تو معاشرہ کا معاشرہ اسی لادینیت کی لپیٹ میں آجائے گا۔

۵۔ فکری جنگ کا پانچواں حملہ گلوبلائزیشن ومغربیت کی مقبولیت ہے، لباس سے لے کر بول چال، طرز زندگی سے منہج فکر میں اس کا اثر نمایاں ہے، ہمارے معاشرے میں اس کی بے جا مقبولیت بھی ایک بہت بڑا دردسر بنا ہوا ہے، بر وقت اس کا علاج بھی بے حد ضروری ہے، جس کے لئے اسلامی افکار کے فروغ اور اسلامی تعلیم وتربیت سے لیس ہونا ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔

**فکری جنگ سے لڑنے کے چند بنیادی نقاط:** موضوع کی طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اختصار سے کام لیا گیا ہے، فکری جنگ سے نمٹنے کے لئے چند بنیادی نقاط مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اسلام اور اس کی تعلیمات کی طرف لوٹ آنا۔

۲۔ اسلامی تہذیب وتمدن اور عربی زبان کو فروغ دینا۔

۳۔ ذرائع ابلاغ اور تعلیمی منہج کو درست کرنا۔

۴۔ فن صحافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔

۵۔ اسلام اور اس کی خصوصیات کو دنیا کے سامنے اجاگر کرنا۔

ش۶۔ مختلف علوم وفنون میں دسترس حاصل کرنا۔

۷۔ دنیا کی سیادت وقیادت میں اپنا قدم جمانا۔

۸۔ آپسی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا۔

۹۔ دعوت واصلاح کے مراکز نیز داعیوں کی ہمت افزائی کرنا۔

۱۰۔ نئی نسل کی ذہن سازی کرنا نیز دشمنان اسلام کے خطرے سے آگاہ کرنا۔

۱۱۔ ہر گاؤں وقریہ میں دعوتی واصلاحی پروگرام منعقد کرنا۔

ایسے بہت سارے اور بھی حلول ہیں جنہیں اپنا کر اس خطرے سے نپٹا جاسکتا ہے۔

اللہ رب العالمین ہمیں اس مہلک اور جان لیوا حملے سے بچائے رکھے۔ آمین یارب العالمین

# جنت میں خصوصی گھر دلانے والے چند مسنون اعمال

ابوالبیان رفعت سلفی

اسلام اپنے ماننے والوں کو جن اعمال صالحہ کی تعلیم دیتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں ا۔فرائض وواجبات ۲۔سنن ونوافل، دونوں کے فضائل وثمرات قرآن وسنت میں بیان کئے گئے ہیں تا کہ اہل ایمان کے دلوں میں ان اعمال کا شوق وجذبہ پیدا ہو، فرائض وواجبات کا ادا کرنا تو ہر حال میں ضروری ہے، رہے سنن ونوافل تو ان کا ادا کرنا واجب اور ضروری نہیں (ان کے ادا نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں)، اگر انہیں انجام دیں گے تو اجر وثواب ملے گا اور اگر فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہوئی ہوگی تو سنن ونوافل سے فرائض کی کمی پوری کردی جائے گی۔اوران سنن ونوافل میں بعض تو ایسے ہیں کہ جن کی ادائیگی پر خصوصی بشارت سنائی گئی ہے۔

میں نے اپنے اس مضمون میں چند ایسے ہی اعمال صالحہ کا تذکرہ کیا ہے جن کے انجام دینے والوں کو محمد رسول اللہ ﷺ نے جنت میں خصوصی گھر دلانے کی خوش خبری سنائی ہے۔

**ا۔سنن رواتب کی پابندی کرنا۔**

**عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:"مَنْ صَلَّى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ: فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"**

نبی ﷺ کی بیوی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:"جو شخص روزانہ ۱۲رکعات نماز بطور نفل ادا کرتا ہے (فرض نمازوں کے علاوہ) تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے میں نے رسول (ﷺ) کی یہ حدیث سنی ہے اس وقت سے برابر ۱۲رکعات سنن رواتب پڑھتی چلی آرہی ہوں" [صحیح مسلم :۷۲۸]

مذکورہ حدیث کے اندر آپ ﷺ نے پنج وقتہ فرض نمازوں کے ساتھ ۱۲رکعات سنن رواتب کی پابندی پر جنت میں ایک گھر ملنے کی خوش خبری سنائی ہے، اس لئے ہم تمام مسلمانوں کو جنت میں مزید ایک گھر حاصل کرنے کے لئے فرض

نمازوں کے ساتھ سنن رواتب کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

فجر کی فرض نماز سے پہلے ۲ رکعات ،ظہر کی فرض نماز سے پہلے ۴ رکعات اور فرض کے بعد ۲ رکعات ،مغرب کی فرض نماز کے بعد ۲ رکعات ،عشاء کی فرض نماز کے بعد ۲ رکعات (ٹوٹل ۱۲ رکعات)

جو مسلمان نمازوں میں سستی اور کاہلی کے عادی ہوتے ہیں وہ اکثر سنن رواتب کا اہتمام یہ کہہ کر نہیں کرتے کہ سنن رواتب فرض نماز نہیں ،اس طرح کی بات کرنا ایک مسلمان بندے کے لئے مناسب نہیں ہے۔

**۲۔ بچے کی وفات پر صبر کرنا:**

**عَنْ أَبِی سِنَانٍ، قَالَ:دَفَنْتُ ابْنِی سِنَانًا، وَأَبُو طَلْحَةَ الخَوْلَانِیُّ جَالِسٌ عَلٰی شَفِیرِ القَبْرِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ الخُرُوجَ أَخَذَ بِیَدِی، فَقَالَ:أَلَا أُبَشِّرُکَ یَا أَبَا سِنَانٍ؟ قُلْتُ: بَلٰی، فَقَالَ:حَدَّثَنِی الضَّحَّاکُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَرْزَبٍ، عَنْ أَبِی مُوسَی الأَشْعَرِیِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:**

**" إِذَا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ قَالَ اللّٰهُ لِمَلَائِکَتِهِ:قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِی، فَیَقُولُونَ:نَعَمْ، فَیَقُولُ:قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ، فَیَقُولُونَ:نَعَمْ، فَیَقُولُ:مَاذَا قَالَ عَبْدِی؟ فَیَقُولُونَ: حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ، فَیَقُولُ اللّٰهُ:ابْنُوا لِعَبْدِی بَیْتًا فِی الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَیْتَ الحَمْدِ"**

ابوسنان کہتے ہیں میں نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا اور ابوطلحہ خولانی قبر کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے تھے جب میں نے (قبر سے) نکلنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا:ابوسنان! کیا میں تمہیں بشارت نہ سناؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں مجھے ضرور بشارت سنایئے ،تو انہوں نے کہا مجھ سے ضحاک بن عبدالرحمٰن بن عرزب نے بیان کیا ،ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا:

''جب کسی بندے کا بچہ فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کرلی؟ تو فرشتے کہتے ہیں:ہاں ،پھر اللہ پوچھتا ہے:تم نے اس کے جگر کا ٹکڑا لے لیا؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں ،پھر اللہ پوچھتا ہے:میرے بندے نے کیا کہا؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں:اس بندے نے تیری حمد بیان کی اور''انا للّٰه وانا الیه راجعون'' پڑھا ،تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو'' [ سنن ترمذی : ۱۰۲۱ ،صحیح ]

بڑے خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کی کوئی اولاد (لڑکا یا لڑکی) بچپن میں فوت ہوگئی ہو اور اللہ نے انہیں صبر جمیل کی بھی توفیق بخشی ہو ،اللہ رب العالمین ایسے والدین کو قیامت کے دن بیت الحمد نامی خصوصی محل عطا فرمائے گا ،اس

لئے جب بھی ہم میں سے کسی کا کوئی بچی یا بچہ وفات پا جائے تو ہمیں جزع فزع کرنے کے بجائے اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے تا کہ جنت میں ہمیں بھی بیت الحمد نصیب ہو، اور جب کسی مسلمان بھائی کے گھر میں کوئی نالغ بچہ فوت ہوجائے تو ہمیں اس کے گھر جا کر اس کے والدین کو بھی تسلی دینی چاہئے کہ: اولاد بھی اللہ کی امانت ہے جب چاہتا ہے اسے واپس لے لیتا ہے اس لئے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھو اور صبر کرو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں بیت الحمد نامی گھر عطا فرمائے گا۔

**۳۔ جھگڑا ختم کرنے کے لئے اپنا حق معاف کردینا۔**

**عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا“**

”ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اس شخص کے لیے جنت کے اندر ایک گھر کا ضامن ہوں جو لڑائی جھگڑا ترک کردے، اگر چہ وہ حق پر ہو“ [سنن ابی داؤد: ٤٨٠٠،حسن]

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو جنت کے اندر ایک گھر کی ضمانت دی ہے جو حق پر ہوتے ہوئے لڑائی جھگڑا ختم کرنے کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہوجائے، بلاشبہ یہ اسلام کی ایسی بے مثال اور عظیم الشان تعلیم ہے کہ جس پر اگر تمام مسلمان عمل کرنا شروع کردیں تو ان شاء اللہ تمام باہمی اختلافات اور جھگڑے ختم ہوجائیں گے اور اپنے تو اپنے بیگانے بھی جگری دوست بن جائیں گے اور اس عظیم الشان تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق انہی خوش نصیب بندوں کو ملتی ہے جو ہمیشہ اپنی آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔

**۴۔ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولنا۔**

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **”وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا“**

”اور جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر کا (ضامن ہوں) اس شخص کے لیے جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اگر چہ وہ ہنسی مذاق ہی میں ہو“ [سنن ابی داؤد: ٤٨٠٠،حسن]

فتنوں کے اس دور میں اکثر انسانوں کی زندگی کا مقصد ہی ہنسی مذاق بن کر رہ گیا ہے، باقاعدہ ہنسنے اور ہنسانے کی محفلیں بپا کی جاتی ہیں جن میں بڑے بڑے اداکاروں کو بلایا جاتا ہے جو لوگوں کی واہ واہی اور بڑے سے بڑا انذرانہ وصول کرنے کے لئے مبالغہ اور جھوٹ بولنے کو باعث شرف سمجھتے ہیں، ایسے ماحول میں بالخصوص اہل اسلام کو دنیا کے لوگوں کے سامنے آپ ﷺ کی یہ تعلیم عملی طور پر عام کرنی چاہئے کہ ”دین اسلام ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کی

اجازت نہیں دیتا''۔

**۵۔خوش اخلاق ہونا:**

نبی ﷺ نے فرمایا'' وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ''

''اور میں جنت کی بلندی میں ایک گھر کا ضامن ہوں اس شخص کے لیے جوخوش اخلاق ہو''[سنن ابی داؤد: ٤٨٠٠،حسن]

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو جنت کی بلندی میں ایک گھر کی ضمانت دی ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں ، اچھے اخلاق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ کی مخلوقات کے ساتھ بالخصوص اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ہم کسی بھی شخص کا برا نہ چاہیں اور اگر کوئی ہمارا برا چاہے تو ہم اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کریں اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ہمارے اچھے سلوک کی وجہ سے ہمارا جگری دوست بن جائے۔

**۶۔اللہ کے لئے مسجد تعمیر کرنا:**

**عن عُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ، حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّكُمْ قَدْ أَكْثَرْتُمْ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ،يَقُول:'' مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى، قَالَ بُكَيْر: حَسِبْتُ، أَنَّهُ قَالَ:''يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ''، قَالَ ابْنُ عِيسَى فِي رِوَايَتِهِ: مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ.**

عبیداللہ خولانی سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کوفرماتے ہوئے سنا جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی تعمیر کی اور اسے لوگوں نے برا سمجھا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے مجھ پر بہت زیادتی کی ہے، میں نے تو رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ:''جو شخص اللہ کے لیے مسجد بنائے گا اور اصل راوی حدیث بکیر کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ خالص اللہ کی رضامندی کے لئے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا''۔اور ابن عیسیٰ کی روایت میں ہے ویسا ہی ایک گھر جنت میں بنائے گا۔[صحیح مسلم: ٥٣٣]

بلاشبہ اللہ رب العالمین مسجد کی تعمیر کرنے والوں کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا لیکن اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ جس مال سے مسجد کی تعمیر کی جائے وہ مال حلال اور پاک ہو، حرام نہ ہو۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:''**ان اللّٰه طيب لا يقبل الا طيبا**''''بیشک اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز کو ہی قبول فرماتا ہے''[صحیح مسلم: ١٠١٥]

دوسری شرط یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا جوئی وخوشنودی ہو ریا کاری ودکھاوا نہ ہو۔ جیسا کہ نبی ﷺ فرمان ہے: "انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری ما نویٰ" "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے" [ صحیح بخاری: ۱]

اور مذکورہ حدیث کے اندر بھی "من بنی مسجدا للّٰہ " کالفظ موجود ہے جس کا ترجمہ ہی یہی ہوتا ہے کہ جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی۔

**۷۔ بازار میں داخل ہونے کی دعاء پڑھنا۔**

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ حِينَ يَدْخُلُ السُّوقَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَبَنَى لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت دعا یہ پڑھے: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" "اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے حکمرانی ہے، اور اسی کے لیے ہر طرح کی حمد وثناء ہے، وہی زندگی، اور موت دیتا ہے، اور وہ زندہ ہے، اس کے لیے موت نہیں، اسی کے ہاتھ میں سارا خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے" تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھے گا، اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹادے گا، اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا۔ [سنن ابن ماجہ: ۳۵۲۲۔ حسن]

بازار میں اس دعاء کا ثواب اس واسطے زیادہ ہے کہ بازار دنیا میں مشغول ہونے اور اللہ سے غفلت کی جگہ ہے تو اس جگہ اللہ کو یاد رکھنا بڑے جواں مردوں کا کام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ "یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کو ان کی تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی ہے" [ النور: ۳۷]

**۸۔ صف میں خالی جگہ کو پر کرنا :**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من سد فرجة بنی اللّٰہ له بیتا فی الجنة ورفعه بها درجة"

''جو شخص صف میں خالی جگہ کو پُر کرے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اور اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا'' [الصحیحة: ۱۸۹۲]

بظاہر صف میں خالی جگہ پر کرنا بڑا آسان عمل معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے بڑا مشکل امر ہے کیونکہ جس کا دل اپنے تمام مسلمان بھائیوں کے تعلق سے بالکل صاف ہوگا وہی اس مہتم بالشان نیکی کو انجام دے سکتا ہے ورنہ بہت سے سگے بھائی اور سگے رشتہ دار بھی ایک دوسرے سے نماز میں قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملانے کے لئے تیار نہیں ہوتے ایک دوسرے سے بھاگتے رہتے ہیں جس کی بنا پر بسا اوقات دو آدمیوں کے درمیان یا ایک آدمی اور مسجد کے دیوار کے درمیان کی جگہ باقی رہ جاتی ہے۔

**۹۔سورہ اخلاص کی دس مرتبہ تلاوت کرنا:**

**عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتّٰى يَخْتِمَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ'' فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِذًا نَسْتَكْثِرَ.**

سیدنا معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص'' قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ'' یعنی سورۃ الاخلاص آخر تک دس مرتبہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کرے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر تو ہم بہت سے محلات حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی بہت زیادہ اور بہت عمدہ عطا کرنے والا ہے'' [الصحیحة: ۵۸۹]

سبحان اللہ! عمل کتنا چھوٹا ہے اور ثواب کتنا عظیم ہے، مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے صرف دس بار سورہ اخلاص کی تلاوت پر جنت میں ایک محل کی خوشخبری سنائی ہے، سورہ اخلاص بیشک ایک عظیم الشان سورہ ہے کیونکہ پوری سورہ اللہ کی توحید اور اس کی عظمت کے بیان پر مشتمل ہے، اس لئے ہمیں سورہ اخلاص کی تلاوت کے ساتھ اس کے معنی و مفہوم کو سمجھ کر ان پر پکا ایمان بھی رکھنا چاہیے۔

اللہ رب العالمین ہمیں مذکورہ تمام جنت میں گھر دلانے والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں شرف قبولیت سے نواز کر ہمیں جنت کے قصور و محلات کا مستحق بنائے آمین۔

☆☆☆

(پانچویں قسط)

# سورہ کھف : دور فتن کا ایک محفوظ قلعہ

عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی

## حکومت وبادشاہت اسلام کی نظر میں:

انسانی معاشرہ ہمیشہ سے قیادت اور سیادت کا محتاج رہا ہے تا کہ اپنے معاملات اور مسائل کو بآسانی حل کرسکے، اور دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرسکے، کیونکہ سماج کی اصلاح وفساد میں بادشاہوں اور صاحب اقتدار شخصیات کے بڑے دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں، اگر وہ عادل اور صاحب ایمان ہوں تو سماج میں امن وسکون رہتا ہے، اور اگر وہ ظالم ہوں تو سماج کو تباہی کی راہ پر لگا دیتے ہیں، سورہ کہف کے آغاز میں آپ نے دیکھا کہ اصحاب کہف جو ایمان، توحید، اصلاح، امن وسلامتی کے داعی تھے، لیکن بادشاہ اور رؤساء قوم برے اور ظالم تھے، اس لئے انہیں اپنے دین وایمان کی حفاظت کیلئے غار میں روپوش ہونا پڑا، اسی لئے اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ حکومت وبادشاہت کے اصلی حق دار اللہ کے صالح بندے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بطور انعام اور آزمائش انہیں عطا فرماتا ہے، البتہ اپنی حکمت ومشیت سے بسا اوقات ظالم ترین شخص کو بھی اللہ حاکم بنا دیتا ہے۔ جیسے فرعون، نمرود کو بنایا۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْکَ مِمَّن تَشَاءُ﴾

”آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے“ [آل عمران:۲۶]

## عہدہ ومنصب، نعمت یامصیبت:

عہدہ اور منصب اس شخص کیلئے نعمت ہے جو اس کا اہل ہو، جو سماج میں عدل وانصاف قائم کرنا چاہتا ہو، لوگوں کیلئے آسانیاں پیدا کرنے، مسائل حل کرنے، امن وسکون کا ماحول بنانے کا خواہاں ہو، اور منصب کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی ادا کرسکتا ہو، ایسے حکمرانوں اور منصب داروں کیلئے پیارے رسول ﷺ کی یہ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

''إنَّ الـمُـقْسِـطِينَ عِنْدَ اللّٰهِ علٰى مَنابِرَ مِن نُورٍ، عن يَمِينِ الرَّحْمَنِ عزَّ وجلَّ ،وكِلْتا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فى حُكْمِهِمْ وأَهْلِيهِمْ وما ولوا''

''جولوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے پاس منبروں پر ہوں گے پروردگار کے داہنی طرف اوراس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں (یعنی بائیں ہاتھ میں جوداہنے سے قوت کم ہوتی ہے یہ بات اللہ تعالیٰ میں نہیں کیونکہ وہ ہر عیب سے پاک ہے)اور یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں جوحکم کرتے وقت انصاف کرتے ہیں اوراپنے بال بچوں اورعزیزوں میں انصاف کرتے ہیں اور جوکام ان کودیا جائے اس میں انصاف کرتے ہیں'' [صحيح مسلم :۱۸۲۷]

نااہلوں کا مناصب اورعہدوں پر فائز ہونا قیامت کی نشانی اورسماج کی بربادی کی پہچان ہے،اسی لئے نااہلوں کواس سے دوررہنا چاہیے،اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ہرقسم کی ذمہ داریوں سے دوررہنے کی تلقین فرمائی تھی،آپ ﷺ نے فرمایا:

يَـا أَبـا ذَرٍّ، إنَّـكَ ضَـعِيفٌ، وإنَّهـا أَمـانَةُ، وإنَّها يَومَ القِيامَةِ خِزْيٌ وَنَدامَةٌ، إلّا مَن أَخَذَها بحَقِّها، وَأَدّى الذى عليه فِيها''

''اے ابوذر! تو ناتواں ہے اور یہ امانت ہے (یعنی بندوں کے حقوق اوراللہ تعالیٰ کے حقوق سب حاکم کوادا کرنے ہوتے ہیں)اورقیامت کے دن خدمت سے سوائے رسوائی اورشرمندگی کے کچھ حاصل نہیں مگر جواس کے حق ادا کرے اورراستی سے کام لے'' [صحيح مسلم:۱۸۲۵]

یہ حدیث رسول ﷺ بھی دل کی گہرائی سے، پوری بصیرت سے پڑھنی چاہئے اور دنیا میں ہی اپنے انجام کومعلوم کرنا چاہئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''ما مِن عَبْدٍ اسْتَرْعاهُ اللّٰهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْها بنَصِيحَةٍ، إلَّا لَمْ يَجِدْ رائِحَةَ الجَنَّةِ''

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کوکسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اوروہ خیرخواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا'' [صحيح بخاری:۷۱۵۰]

## عهده كا فتنه:

عوامی مسئولیت اورذمہ داری صالح اور باصلاحیت انسان کیلئے ایک نعمت ہے، بڑے بڑے اہم سماجی کام اس سے پورے ہوسکتے ہیں جوانفرادی طور پرممکن نہیں ہیں،اسی لئے ''امام عادل'' (انصاف کرنے والا بادشاہ) کوعرش الٰہی کے

سائے میں جگہ ملے گی، اگر کوئی عہدہ اور منصب ملنے پر تکبر میں مبتلا ہو جائے، حقوق ضائع کرنے لگے، لوگوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے لگے، کمزوروں پر اتیا چار کرنے لگے ایسے ظالم حکمراں کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، عہدہ کا یہ فتنہ تمام مناصب کے لئے عام ہے، مسجد، مدرسہ، سینٹر، اسکول، یونیورسٹی، کارپوریٹس، کہیں بھی آپ ذمہ دار ہیں تو آپ آزمائش میں ہیں بغیر حق کی ادائیگی کے نجات نہیں ملے گی۔

**قصۂ ذوالقرنین :**

اللہ نے مشرکین مکہ کے سوال پوچھنے پر ذوالقرنین کے حیات مبارکہ کے درخشاں اور قابل عبرت ونصیحت پہلو کو بیان فرمایا ہے، کیونکہ قرآنی قصوں کا مقصد عبرت ونصیحت ہے، اسی لئے قرآن نے ذوالقرنین کی حیات سے متعلق وہی بیان کیا جس کی ہمیں ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَن ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا﴾

’’آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ یہ لوگ دریافت کر رہے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ میں ان کا تھوڑا سا حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں‘‘ [الكهف:۸۳]

**ذوالقرنین کی بادشاہت اور طاقت وقوت کا بیان:**

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری دنیا کی بادشاہت عطا فرمائی تھی، آپ کو تمام وسائل اور ذرائع عطا فرمایا، جس کی آپ کو ضرورت تھی، انتہاء مشرق ومغرب تک کا سفر اور پوری دنیا پر حکمرانی کا شرف آپ کو ملا، فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِن كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا﴾

’’ہم نے اسے زمین میں قوت عطا فرمائی تھی اور اسے ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر دئے تھے‘‘ [الكهف:۸٤]

ذرا غور فرمائیں! اللہ نے ذوالقرنین کو ہر چیز کے اسباب اور ذرائع عطا فرمائے تھے، جسمانی، ذہنی، مالی، افرادی، لسانی، علمی، تمام وسائل جن سے زبردست بادشاہت کا قیام اور پھیلاؤ ہو سکے اللہ نے ذوالقرنین کو عطا فرمایا تھا۔

اللہ نے ذوالقرنین کے تین سفروں کا ذکر فرمایا ہے، ذوالقرنین کی عظیم سلطنت، دلکش شخصیت، مضبوط کردار، پختہ ایمان اور بہت کچھ انہی اسفار میں پوشیدہ ہے، سفر وسیلۂ ظفر بھی ہے اور اخلاق وکردار کے ناپنے کا پیمانہ بھی ہے۔ آیئے قرآن کی روشنی میں ان سفروں کو پڑھتے ہیں۔

**پہلا سفر:** ذوالقرنین کو اللہ نے اسباب اور وسائل بے شمار عطا فرمائے تھے، انہی کا استعمال کرتے ہوئے اس نے

سفر کا آغاز کیا، پہلا سفر مشرق کی طرف کیا، تاکہ ظلم کو روک سکے، لوگوں کو انصاف دلا سکے، عدل قائم کرسکے، فتوحات پر فتوحات کرتے ہوئے وہ مشرق کی طرف بڑھتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ وہ آخری آبادی تک پہونچ گیا، جس کے آگے تاحد نگاہ صرف پانی ہی پانی نظر آرہا تھا، اس نے سورج کو دیکھا گویا سورج گندلے، سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿حَتّٰی إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ﴾

''یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا اور اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا'' [الکھف:۸۶]

وہیں ایک فاسق اور ظالم قوم پر اسے فتح ملی، اللہ نے ذوالقرنین کو غلبہ دے کر فیصلہ کا اختیار دیا کہ اس قوم کے ساتھ جیسا چاہو ویسا برتاؤ کرو، اللہ نے فرمایا:

﴿وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا﴾

''اور اس چشمے کے پاس ایک قوم کو بھی پایا، ہم نے فرمادیا کہ اے ذوالقرنین! یا تو تو انہیں تکلیف پہنچائے یا ان کے بارے میں تو کوئی بہترین روش اختیار کرے'' [الکھف:۸۶]

لیکن ذوالقرنین ایک کشادہ دل، عدل وانصاف کرنے والا اور اصول پسند بادشاہ تھا، اس نے ایک عدل پر مبنی قانون پیش کیا۔ اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكْرًا، وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَى وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا﴾

''اس نے کہا کہ جو ظلم کرے گا اسے تو ہم بھی اب سزا دیں گے، پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے سخت تر عذاب دے گا۔ اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کے لیے بدلے میں بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے اپنے کام میں سے سراسر آسانی کا حکم دیں گے'' [الکھف:۸۷۔۸۸]

**دوسرا سفر:** اللہ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا﴾ ''پھر وہ اور راہ کے پیچھے لگا'' [الکھف:۹۲]

یعنی اب مغرب سے فارغ ہو کر مشرق کے سفر پر روانہ ہوا، یہ اس کا دوسرا بڑا اور اہم سفر تھا، یہاں تک کہ وہ مشرق کی آخری آبادی تک پہنچ گیا، یہاں اس نے ایک ایسی قوم کو پایا جو بے حد غیر مہذب، جاہل، نادار، وسائل سے محروم، صحرا نشین لوگ تھے، جن پر سورج طلوع ہوتا تھا لیکن اس کی تپش سے بچاؤ کے لئے ان کے پاس وسائل نہیں تھے۔ اللہ

نے ارشادفرمایا:

﴿حَتّٰی إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا﴾

''یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا تو اسے ایک ایسی قوم پر نکلتا پایا کہ ان کے لئے ہم نے اس سے اور کوئی اوٹ نہیں بنائی'' [الکھف:۹۰]

اس قوم کے ساتھ بھی ذوالقرنین نے عدل وانصاف اوراحسان کا معاملہ فرمایا، اور جتنے بھی وسائل وذرائع اس کے پاس تھے سب کا بہترین استعمال کیا، اس کے کارناموں، طاقت وقوت، اسباب ووسائل کا پورا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

﴿كَذٰلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا﴾

''واقعہ ایسا ہی ہے اور ہم نے اس کے پاس کی کل خبروں کا احاطہ کر رکھا ہے'' [الکھف:۹۱]

**تیسرا سفر:** حرکت وعمل کا پیکر، جہد مسلسل، عمل پیہم کا خوگر یہ صالح بادشاہ پھر ایک اور سفر پر نکل گیا، یہاں تک کہ وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں دو مضبوط پہاڑ تھے اور ان کے درمیان ایک گھاٹی تھی اور پہاڑ کی دوسری طرف ایک ایسی قوم آباد تھی جنہیں صرف اپنی زبان کا علم تھا وہ ذوالقرنین کی گفتگو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے، لیکن وہ لوگ یاجوج ماجوج کے فساد اور قتل وغارت گری، لوٹ مار سے حد درجہ پریشان تھے، انہوں نے ذوالقرنین سے کہا کہ یاجوج ماجوج بہت بڑے فسادی ہیں، ہم آپ کو مال ودولت عطا کردیں، اس کے بدلے آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار قائم کردیں، ذوالقرنین کا جواب آیت میں ملاحظہ فرمائیں:

﴿قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا﴾

''اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو دے رکھا ہے وہی بہتر ہے، تم صرف قوت طاقت سے میری مدد کرو۔ میں تم میں اور ان میں مضبوط حجاب بنادیتا ہوں'' [الکھف:۹۵]

اپنی رعایا کی حفاظت، مفسدین پر کڑی پابندی، مضبوط دفاع ایک بادشاہ اور حکمراں کی ذمہ داری ہوتی ہے، وہی اس مسلم عادل بادشاہ نے بھی کیا، انہوں نے دیوار کا مطالبہ کیا لیکن اس نے مضبوط باندھ کا انتظام فرمایا، اور کام شروع کردیا۔آیت کریمہ اس طرح ہے:

﴿آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتّٰى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتّٰى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا﴾

''مجھے لوہے کی چادریں لادو۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار برابر کردی تو حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ تاوقتیکہ لوہے کی ان چادروں کو بالکل آگ کردیا، تو فرمایا میرے پاس لاؤ اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دوں'' [الکهف:٩٦]

اس طرح یہ عظیم کام ذوالقرنین اور اس مظلوم قوم کے باہمی تعاون سے مکمل ہوا اور اتنا مستحکم اور مضبوط بنا کہ اس کو توڑ کر یا اس پر چڑھ کر یاجوج ماجوج کیلئے انسانی آبادی تک پہنچنا ناممکن ہوگیا۔ اللہ نے فرمایا:

﴿فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا﴾

''پس تو ان میں اس دیوار کے اوپر چڑھنے کی طاقت تھی اور نہ ان میں کوئی سوراخ کر سکتے تھے'' [الکهف:٩٧]

اس طرح فسادی قوم یاجوج ماجوج کو قید کردیا گیا، اور انسانیت کی دفاع اور حفاظت کا ایک بہت عظیم اور بے مثال کام پورا ہوگیا تو ذوالقرنین نے ایک بہت بڑی بات کہی جسے قرآن کریم نے ایک آیت میں بیان فرمایا ہے، قصہ ذوالقرنین کا خاتمہ بھی اسی آیت پر ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا﴾

''کہا یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین بوس کردے گا، بیشک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے'' [الکهف:٩٨]

یہ ہے ذوالقرنین کے متعلق قرآنی بیان، جسے اللہ نے اختصار کے ساتھ آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸ میں بیان فرمایا ہے۔
اہل علم کے یہاں بڑی بڑی بحثیں موجود ہیں لیکن ان سب سے صرف نظر میں نے صرف قرآنی بیان پر اکتفا کیا ہے، اور الحمدللہ عبرت ونصیحت کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔

## عبرت ونصیحت کے مرکزی پہلو:

منصب ملنے پر جو بادشاہ یا ذمہ داران، یا رؤساء قوم کبر وغرور میں مبتلا ہوجاتے ہیں، خدمت خلق کی بجائے ان پر ظلم کرنے لگتے ہیں، حقوق ادا کرنے کی بجائے ضائع اور غصب کرنے لگتے ہیں، ایسے لوگ بہت بدترین ہیں اور ان کا انجام بھی بہت برا ہے، موسیٰ وخضر علیہما السلام کے قصہ میں ایک ظالم بادشاہ کا ذکر ہے جس کے ظلم کی انتہا یہ ہے کہ غریبوں کی اچھی کشتیوں کو زبردستی چھین لینا اس کا کام ہے، کمزوروں پر ظلم، قساوت قلبی کی انتہا ہے۔ اور ذوالقرنین کی طرح حکومت وطاقت ملنے پر عدل وانصاف، خدمت خلق، رعایا کی خبرگیری اسلامی تعلیم ہے، اور یہی اس قصہ کا مرکزی درس ہے۔

**نصائح و عبر:**

میں نصائح کو بہت اختصار سے پیش کرر ہاہوں ۔ یہ نصیحتیں ہمیں ایک نئی اور روشن صبح کا تحفہ دیں گی ۔ ان شاء اللہ

**پہلی نصیحت:** بادشاہت اور قوت وطاقت، اسباب وذرائع اللہ ہی عطا فرماتا ہے، اور وہ چھین کر ذلیل بھی کرتا ہے، اس لئے فرعون کی طرح کبر وغرور میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ ذوالقرنین کی طرح شکر گزار بننا چاہئے ۔

**دوسری نصیحت:** اللہ کے عطا کردہ وسائل کا پوری مہارت کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے ،جسمانی ،علمی ، ذہنی ، مالی ، افرادی ، ملکی تمام ذرائع کا خوب خوب استعمال کرنا چاہئے ، یہی اس کی شکر گزاری ہے، کاہلی اور سستی سے ہزار بار اللہ کی پناہ ، ذوالقرنین کو اللہ نے اسباب دیئے اورانہوں نے اسباب کا استعمال کرکے دعوت الی اللہ اور نظام عدل کو عالمی سطح پر پہنچایا، آج ہمارے پاس مال ہے، افراد ہیں، علماء اور مدارس ہیں، عوام کی قوت ہے، لیکن ان کا بہترین استعمال ہمیں نہیں آتا ہے، اسباب وذرائع کا درست استعمال کرنا ذوالقرنین کی ایک عظیم صفت ہے ۔

**تیسری نصیحت:** اپنے مشن کے لئے فدارا کاری ، جانفشانی ،قربانی اور طویل جدوجہد کا خوگر ہونا ۔

ذوالقرنین کا مقصد حیات دعوت الی اللہ، امر بالمعروف ، نہی عن المنکر ، قیام عدل ، ظلم وجور کا خاتمہ، مظلوم کی فریاد رسی وغیرہ تھا، اس کے لئے بڑے بڑے اسفار کئے، مسلسل اور بے انتہاء کئے، اس راہ میں ہر قسم کی تکلیفوں اور مصائب وآلام کو جھیلا، تکمیل مقصد کے لئے کسی چیز کو آڑے نہیں آنے دیا، اسی لئے تو مشرق ومغرب کی آخری آبادیوں تک پہنچ کر بھی دم نہیں لیا، ایک انتہا پر پہنچ کر دوسری سمت مڑ گیا، تیسری سمت مڑ گیا، لیکن سفر جاری رکھا، جدوجہد کی یہ اعلیٰ ترین مثال ہے ۔

**چوتھی نصیحت:** سب کے ساتھ عدل کا معاملہ کرنا، مجرمین کو سزا اور اچھے لوگوں کی تکریم کرنا ۔

بہتر سماج کی تشکیل اور پرامن وپرسکون معاشرہ کے لئے اس سے بہتر قانون نہیں ہوسکتا ہے، کہ مفسدین کو سزا دی جائے ، ان پر بندش لگائی جائے ، مجرمین کیلئے سخت قوانین بنائے جائیں اور نافذ کیا جائے ، نیز صالح اور امن پسند لوگوں کا احترام ہو، حوصلہ افزائی ہو، خاص رعایت ہو، آسانی اور سہولیات مہیا ہو، اسی سے سماج میں شر مٹے گا اور امن وسلامتی کو فروغ حاصل ہوگا ۔

**پانچویں نصیحت:** تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا ۔

ذوالقرنین نے اپنے ان تینوں سفر میں تعلیم وتربیت کا پورا اہتمام کیا، پہلے سفر کی انتہا میں جس قوم سے سامنا ہوا ان کے لئے بنایا ہوا قانون اس بات کا اعلان تھا کہ ظلم کروگے تو ہم اس دنیا میں بھی سزا دیں گے اور آخرت میں بھی سخت

سزا کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ توبہ واستغفار اور اصلاح کی طرف بلیغ دعوت ہے، تاکہ مجرمین میں سدھار پیدا ہو اور ایمان واعمال صالحہ پر آخرت میں جنت کی بشارت اور دنیا میں آسانی کی خوشخبری امن پسند لوگوں کے لئے استقامت کی تلقین ہے۔ ذوالقرنین یہاں کے لوگوں کی تربیت کر کے خود نئے سفر پر اور نئی مہم پر نکل گیا۔ دوسری جگہ بھی اس نے ایسا ہی کیا اور تیسری جگہ بھی اس نے قوم کے ہاتھوں سارے کام کروا کر خود اپنا دفاع اور بندھ بنانے کا کام سکھا دیا تاکہ وہ ہمیشہ کسی کے محتاج نہ رہیں بلکہ اپنا کام خود کر لیا کریں۔

**چھٹی نصیحت:** بے نیازی اختیار کرنا۔

ایک ذمہ دار شخص کا بے نیاز اور حرص ولالچ سے دور رہنا بہت مؤثر ہوتا ہے، حریص اور لالچی ہونا سخت تباہ کن ہوتا ہے، پیارے رسول ﷺ نے سچ فرمایا:

**"مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ"**

"دو بھوکے بھیڑیئے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا نقصان آدمی کے مال وجاہ کی حرص اس کے دین کو پہنچاتی ہے" [سنن ترمذی: ٢٣٧٦، صحیح]

یاجوج ماجوج سے پریشان حال قوم نے ذوالقرنین سے کہا کہ ہم آپ کیلئے ٹیکس اور لفافے کا انتظام کر دیتے ہیں، آپ ایک دیوار بنا دیں، ذوالقرنین نے بلا معاوضہ اس سے بہتر دیوار بنا دیا اور کہا کہ: میرے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے ہمیں آپ کے مال ودولت کی ضرورت نہیں ہے۔ مجبور اور پریشان حال لوگوں کو بلیک میل کرنا، مجبوری کا فائدہ اٹھانا ایک عام بات ہوگئی ہے، حالانکہ اخلاق کا میزان یہی ہے، ذوالقرنین نے مظلوم اور پریشان قوم کا کام بھی اعلیٰ طور پر پورا کیا، تعلیم بھی دیا، دفاع کا طریقہ بھی سکھایا، وہ بھی بلا معاوضہ، سبحان اللہ! کیا بے نیازی اور کشادہ دلی ہے۔

**تواضع:** یہ بہت بنیادی نصیحت ہے، انسان کے پاس علم، مال یا منصب کی شکل میں جتنی نعمت بھی موجود ہے، یا جو کچھ بھی کارنامے انجام دے رہا ہے، سب کو اللہ کی رحمت سمجھے، اور اپنے دین ایمان پر قائم رہے، کبر وغرور میں مبتلا نہ ہو، اتنے فتوحات اور اتنا محکم اور مضبوط دیوار قائم کرنے کے بعد اسے اپنے رب کی رحمت اور فضل وکرم کہنا اور قیامت کے قیام اور اللہ کے وعدوں کا ذکر بہت بڑی بات ہے، کیونکہ یہاں معمولی عہدہ، منصب، کامیابی ملنے کے بعد اکثر لوگ بگڑ جاتے ہیں، ظلم وسرکشی کی راہ اپنا لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین

# کیا کلّی میں انگلیاں مسواک کے برابر ہیں؟

ابوالمحبوب سید انور شاہ راشدی

آج ایک روایت دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ وضو میں کلی کرتے ہوئے منہ میں انگلی پھیرنا مسواک کرنے کے برابر ہے۔بعض احباب نے اسے ''حسن'' کہتے ہوئے نشر کیا ہے حالانکہ یہ روایت ضعیف ومنکر ہے۔

اس حدیث کو امام ابن عدی (الکامل:۱/۱۹۷)، امام بیہقی (سنن کبریٰ:۱/۱۳۴)اور حافظ ابن حجر (التلخیص الحبیر :۱/۱۰۴)وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ذیل میں اس روایت کی تفصیل پیش خدمت ہے:

یہ حدیث دو سندوں کے ساتھ مختلف کتب احادیث میں مروی ہے:

☆سند اول:

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**اخبرنا ابو سعد المالینی:اخبرنا ابو احمد بن عدی، حدثنا الساجی، قال:حدثنی محمد بن موسی، ثنا عیسی بن شعیب، عن عبد الحکم القسملی عن أنس عن النبی -صلَّی اللّٰہ علیہ وسلَّم:قال: تجزء من السواک الأصابع''**[السنن الکبریٰ:۱/۱۳٤]

اس روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے عبدالحکم القسملی شدید مجروح اور ضعیف ہیں۔

۱۔ امام بخاری اس کے متعلق فرماتے ہیں:

''**منکر الحدیث**''[التاریخ الکبیر،الضعفاء الصغیر) (السنن الکبری:۱/۱۳٤]

۲۔ امام أبوحاتم الرازی فرماتے ہیں:

''**ھو منکر الحدیث، ضعیف الحدیث.قلت:یکتب حدیثہ؟ قال:زحفًا.** [الجرح والتعدیل :۳٥/٦،رقم:۱۸۹]

۳۔ امام أبونعیم الأصبہانی فرماتے ہیں:''**روی عن أنس نسخۃ منکرۃ؛ لا شیء**''[الضعفاء:۱۳٤]

۴۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں:

''**کان ممن یروی عن أنس ما لیس من حدیثہ، ولا أعلم لہ معہ مشافھۃ، لا یحل کتابۃ**

**حديثه إلا على جهة التعجب**"[المجروحين: ۱٤۳/۲، رقم: ۷٥۰]

۵۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں:

"**عامة أحاديثه مما لا يتابع عليه، وبعض متون ما يرويه مشاهير إلا أنه بالإسناد الذى يذكره عبدالحكم لعله لا يروى ذاك**"[الكامل: ۱۹۷۱/٥]

دیکھیں! ائمہ کی اس راوی پر کس قدر سخت جرحیں وارد ہیں کہ اس کی حدیث کسی کام کی نہیں رہتی، امام ابونعیم نے تو باقاعدہ نشان زد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی انس رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ احادیث مناکیر ہیں، نیز امام بخاری نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ ان الفاظ سے امام بخاری کی جرح شدید تر ہوتی ہے کہ ان الفاظ سے متصف راوی کسی کام کا نہیں رہتا، مگر حافظ ابن حجر نے (التقریب: ص: ۵۶۳) میں اسے صرف ضعیف کہنے پر اکتفا کیا ہے۔ جبکہ یہ راوی سخت ضعیف ہے، یعنی اس کی روایت قابل احتجاج تو درکنار، قابل متابعت واستشہاد بھی نہیں، مگر ابن حجر کے حکم کے مطابق یہ راوی قابل متابعت ضرور ہے، جو درست نہیں ہے۔

(تنبیہ) ایک عربی اہل علم نے مجلس الالوکہ میں عیسیٰ بن شعیب راوی کے شاگرد محمد بن موسیٰ کے بارے میں بھی صراحت کی ہے کہ ابن حجر نے التقریب میں اسے "لین"، یعنی کمزور قرار دیا ہے۔ لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں، یعنی یہ راوی کمزور یا ضعیف نہیں، بلکہ کم از کم صدوق درجہ کا راوی ہے، اس راوی کی امام نسائی اور حافظ ذہبی نے توثیق کی ہے۔ میرے ناقص علم کے مطابق سوائے امام ابوداؤد کے اس پر کسی نے جرح نہیں کی، لیکن ان کی جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے، اور بعید نہیں کہ امام صاحب نے عبدالحکم کے طریق سے مروی روایات کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا ہو، جب کہ ان کا الزام عبدالحکم القسملی پر ہے، محمد بن موسیٰ اس سے بری ہے، لہٰذا اسے اس روایت کے ضعف میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

☆ سند دوئم:

اس روایت کا مرکزی راوی عبداللہ بن المثنی ہے، جس سے تین رواۃ روایت کرتے ہیں:

(۱) عیسیٰ بن شعیب (۲) خالد بن خداش (۳) عبداللہ بن عمر الحمال۔

یہ تینوں رواۃ عبداللہ بن المثنی سے روایت کرنے میں اختلاف کا شکار ہو گئے ہیں۔

عیسیٰ بن شعیب، ابن المثنی عن النضر بن انس عن ابیہ سے روایت کرتے ہیں، خالد بن خداش، عبداللہ بن المثنی الأنصاری، عن بعض أہل بیتی، عن أنس بن مالک۔۔۔ الخ سے روایت کرتے ہیں، جبکہ عبداللہ بن عمر الحمال، عبداللہ

بن المثنی ،عن ثمامۃ ،عن أنس ۔۔۔الخ۔سے روایت کرتے ہیں:

**(۱) طریق عیسیٰ بن شعیب**

امام بیہقی فرماتے ہیں:

**اخبرنا علی بن احمد بن عبدان:اخبرنا احمد بن عبید حدثنی ابو الضحاک بن ابی عاصم النبیل، حدثنا محمد بن موسٰی ، عن عیسٰی بن شعیب، ثنا ابن المثنی، عن النضر بن أنس، عن أبیه، قال :قال رسول الله صلی الله علیه و سلم ،الخ.**

**(۲) طریق خالد بن خداش**

امام بیہقی فرماتے ہیں:

**أخبرنا أبو الحسین بن بشران، حدثنا أبو جعفر الرزاز، حدثنا أحمد بن إسحاق بن صالح، ثنا خالد بن خداش، ثنا عبدالله بن المثنی الأنصاری، قال حدثنی بعض أهل بیتی، عن أنس بن مالک أن رجلاً من الأنصار من بنی عمرو بن عوف، قال:یا رسول الله، إنک رغبتنا فی السواک، فهل دون ذالک من شیء ؟ قال:أصبعاک سواک عند وضوئک، تمرهما علٰی أسنانک، إنه لا عمل لمن لا نیة له، ولا أجر لمن لا حسبة له"**

**(۳) طریق عبداللہ بن عمر الحمال**

امام بیہقی فرماتے ہیں:

**حدثنا الاستاذ إسماعیل بن أبی نصر الصابونی، حدثنا أبو محمد الحسن بن محمد المخلدی، ثنا محمد بن حمدون بن خالد، ثنا أبو أمیة الطرسوسی، ثنا عبدالله بن عمر الحمال، ثنا عبدالله بن المثنی، عن ثمامة، عن أنس قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "الأصبع تجزی من السواک"**

امام بیہقی نے ان تینوں طرق میں سے خالد بن خداش کے طریق کو محفوظ باقی دونوں طرق (طریق عیسیٰ بن شعیب اور طریق عبداللہ بن عمر الحمال) کو غیر محفوظ بتلایا ہے۔[۱۳۵/۱]

امام بیہقی نے خالد بن خداش کے طریق کو اس لئے محفوظ قرار دیا اور اسے ترجیح دی کہ ان کے مقابلے میں وہ ثقاہت کے درجے میں اوپر ہیں، عیسیٰ بن شعیب اغلاط کا شکار ہوتے ہیں، اور یہاں ان کا وہم واضح ہو رہا ہے کہ

سطور بالا میں اس نے سند اول میں یہی روایت عبدالحکم القسملی سے بیان کی اور یہاں اس نے ابن المثنی سے بیان کی ہے، امام بیہقی اسی تناظر میں فرماتے ہیں: "**تفرد به عیسٰی بالاسنادین جمیعا**" کہ وہ ان دونوں (عبدالحکم القسملی عن انس اور ابن المثنی عن النضر بن انس) ''میں منفرد ہو گئے ہیں، رہے عبداللہ عمر الحمال، تو اس کا ترجمہ تا حال مجھے نہیں مل سکا اور نہ اس کی توثیق نظر آئی ہے، تاہم علامہ البانی رحمہ اللہ اسے (بطور شک) عبداللہ بن عمرو الجمال قرار دیتے ہیں جس کا ترجمہ بغیر جرح وتعدیل کے تاریخ بغداد: (۱۰/۲۳) میں مذکور ہے، بہر حال ان میں سے جو بھی ہو، دونوں ہی غیر معروف ہیں، ایسے میں خالد بن خداش کا طریق محفوظ ہو جاتا ہے، اور وہ طریق خود عبداللہ بن المثنی کے ضعف (کہ وہ صدوق ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر الغلط بھی ہے۔ التقریب) اور جس سے وہ روایت کر رہا ہے یعنی ''بعض اہل البیت'' اس کے مبہم ہونے کی وجہ سے ضعیف ڈکلیئر ہو جاتا ہے۔

اور ان تینوں طرق میں سے کسی ایک طریق کو ترجیح نہ دینے پر اصرار ہو تو پھر یہ حدیث اضطراب کی وجہ سے ضعیف ٹھہرتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ یہ حدیث دونوں اسانید کے ساتھ منکر وضعیف ہے، لہٰذا اسے حسن قرار دینا درست نہیں۔ واللہ اعلم

# کیلکولیٹر اسپیشلسٹ "انجینئر علی مرزا"

(شیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ کی ویڈیو کا خلاصہ معمولی تبدیلی اور اضافے کے ساتھ)

ابوسفیان ہلالی

شیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ کی ویڈیو کے واسطے سے علی مرزا کی ایک ویڈیو سننے کا اتفاق ہوا جس میں اس شخص نے ایک عورت کی جانب سے وراثت کے ایک مسئلے کا جواب دیا ہے۔ اس نے ایک ویڈیو میں کہا ہے کہ (وراثت کا) مسئلہ مولوی کیا بتائے گا جس کو ٹھیک سے کیلکولیٹر بھی چلانا نہیں آتا'' لیکن دوسری طرف وراثت سے متعلق خاتون کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس شخص نے قرآن وحدیث کی وہ دھجیاں اڑائی ہیں کہ اللہ کی پناہ! آپ بھی دیکھیں اور پڑھیں کہ اس شخص نے کیا کیا غلطیاں کی ہیں اور خود کو کیسے ''کیلکولیٹر اسپیشلسٹ'' ظاہر کر رہا ہے۔

**غلطی نمبر:۱۔** قرآن کی آیت سے غلط استدلال: مسئلہ بتاتے ہوئے یہ شخص کہتا ہے کہ ''میت کی بیوی کو میت کے ترکہ میں سے **آٹھواں حصہ دینے کے بعد جو بچے گا اس میں سے دوتہائی حصہ** دو یا تین بیٹیوں کے درمیان تقسیم ہوگا اور دلیل کے لئے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱ کا حوالہ دیا۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دو یا اس سے زائد بیٹیوں کو بیٹے کی عدم موجودگی میں **پورے ترکے کا دوتہائی حصہ** قرآن دینے کے لئے کہتا ہے: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ ''یعنی اگر وہ بیٹیاں دو یا اس سے زائد ہیں تو ان کا حصہ دوثلث ہے جو اس (میت) نے چھوڑا ہے'' [النساء: ۱۱]

لیکن اس شخص نے سلف ہی نہیں بلکہ پوری امت سے الگ ہٹ کر یہ کہا کہ دو بیٹیوں کو باقی بچے ہوئے مال میں سے حصہ یعنی دوتہائی مال دیا جائے گا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور دو یا اس سے زائد بیٹیوں کو بیٹوں کی عدم موجودگی میں پورے مال کا دوتہائی حصہ دیا جائے گا۔

**غلطی نمبر:۲۔** بخاری و مسلم کی حدیث سے غلط استدلال: اس شخص نے بخاری مسلم کے نام پر بہت سی گمراہیاں پھیلائی ہیں چنانچہ یہاں اس مسئلے میں بھی اس شخص نے بخاری و مسلم یا متفق علیہ کا نام لے کر غلط استدلال کرتے ہوئے کہا کہ ''اب جو ایک تہائی مال بچ گیا ہے وہ اس میت کے بھتیجے اور بھانجے کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ حدیث میں یہی مذکور ہے کہ سب کو دینے کے بعد جو باقی بچ جائے وہ قریبی مرد کا ہوگا اور یہاں اس مسئلے میں بھتیجہ اور بھانجہ دونوں قریبی ہیں لہٰذا دونوں کو دے دیا جائے گا۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی قریبی نہ ہو تو بھتیجے کو تو مال مل جائے گا لیکن بھانجے کو کسی بھی طور سے میت کا قریبی شمار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی بھتیجے کے ساتھ اس کو بقیہ مال میں حصہ ملے گا۔

**غلطی نمبر:۳۔** بھتیجے کی طرح بھانجے کو بھی عصبہ بنا دینا: اپنی ''کیلکولیٹر اسپیشلسٹی'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے مزید یہ شخص آگے کہتا ہے یا سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ جس طرح بھتیجہ عصبہ بنتا ہے اسی طرح بھانجہ بھی میت کا عصبہ شمار کیا جائے گا اور دلیل کے طور پر اس نے وہی ''بخاری مسلم'' کا راگ الاپا ہے کہ عوام کی نظروں میں جہاں سے اس کی دال بآسانی گل جاتی ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا سلف میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا ہے اور اس کی یہ دلیل استدلال کے طور پر درست ہی نہیں ہے، عصبہ وہ بنتا ہے جو میت کے مذکر رشتے داروں کے سلسلے میں سے ہو۔ جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ'' ''کہ اصحاب الفروض کو ان کا حق دے دو اور جو بچ جائے وہ اس میت کے قریبی مذکر رشتے دار کے لئے ہوگا'' [صحیح البخاری:٦٧٣٢]

اور یہ بات معلوم ومشہور ہے کہ بھتیجہ تو میت کے قریبی مذکر رشتہ دار کے سلسلے کی ایک کڑی ہوتا ہے لیکن بھانجہ میت کے قریبی مذکر رشتہ دار کے سلسلے کا نہیں ہوتا بلکہ وہ میت کے قریبی رشتہ دار بہن یعنی ایک مونث کی جانب سے رشتہ دار ہوتا ہے اور وہ کسی بھی طرح سے عصبہ یا اصحاب الفروض کی فہرست میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

**غور کرنے کی بات:** جس شخص کے علمی لیاقت کا یہ حال ہو وہ علماء پر انگلی اٹھانے کی جسارت کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ ''یہ مسئلہ مولوی کیا بتائے گا کہ اس کو تو کیلکولیٹر بھی چلانا نہیں آتا'' افسوس ایسی ذہنیت اور اس کی پیروی کرنے والوں پر۔

چلتے چلتے ایک بات یہ جان لیں کہ وراثت کے مسئلے میں مہارت حاصل کرنے کے لئے چار چیزوں کا علم ہونا ضروری ہے: قرآن مجید کا علم، احادیث نبویہ کا علم، نسب و خاندان کا علم اور حساب و ریاضی کا علم اور ان چاروں میدانوں میں یہ شخص بالکل کورا ہے، یہ شخص قرآن بھی نہیں سمجھ سکتا جبھی تو اس نے قرآن کی آیت سے غلط استدلال کیا، یہ شخص احادیث رسول کا بھی علم نہیں رکھتا اسی لئے تو اس نے بخاری ومسلم کی ایک واضح حدیث کا غلط مطلب نکال کر بھانجے کو بھی عصبہ کی فہرست میں داخل کر کے اسے بھتیجے کے برابر کر دیا، اس شخص کو خاندان اور رشتے داریوں کی بھی پہچان نہیں ہے اور بھانجے کو بھتیجے کے برابر کر دینا اس کا کھلا ثبوت ہے کیونکہ ایک مشرق ہے تو دوسرا مغرب اور اس شخص کو حساب کا بھی علم نہیں ہے گرچہ اس کے نام کے ساتھ ''انجینئر'' کا لاحقہ لگا ہوا ہے اور اسی لئے اس کو ''باقی'' اور ''پورا'' کا فرق بھی نہیں سمجھ میں آسکا جبکہ یہ مسئلہ دو اور دو چار کی طرح عیاں اور واضح تھا۔

ایسے ہی اس کے اور کئی علمی غلطیوں کے نمونے ہیں جہاں اس شخص نے قرآن وحدیث کے نصوص سے غلط استدلال کر کے عوام الناس کو بہکانے کا کام انجام دیا اور بزعم خود ''کیلکولیٹر اسپیشلسٹ'' بن بیٹھا۔

اللہ ہم سب کو اس طرح کے فتنوں میں پڑنے سے محفوظ رکھے۔ آمین

(دوسری قسط)

# مالداروں کے لئے نفلی صدقہ کا حکم

فاروق عبداللہ نراین پوری

اسی طرح علمائے متقدمین ومتأخرین کی ایک بہت بڑی جماعت نے مالداروں کے لئے اس نفلی صدقہ کے استعمال کو جائز کہا ہے۔ ذیل میں بعض فتاوے ملاحظہ فرمائیں:

الف۔ ابوالولید الباجی فرماتے ہیں:

**”أما صدقة التطوع فتعطى لكل أحد من غني وفقير“**

”جہاں تک نفلی صدقہ کا مسئلہ ہے تو یہ مالدار وفقیر سب کو دیا جائے گا“ [المنتقى شرح المؤطا:۳۲۰/۷]

ب۔ ابن حزم فرماتے ہیں:

**”والصدقة للتطوع على الغني جائزة وعلى الفقير“**

”مالدار کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور فقیر کو بھی“ [المحلى:۱۲٤/۸]

ج۔ ابوبکر علاء الدین السمر قندی (ت۵۴۰ھ) فرماتے ہیں:

**”أما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني وتحل له وتكون بمنزلة الهبة له“**

”جہاں تک نفلی صدقہ کا معاملہ ہے تو اسے مالدار کو دینا جائز ہے۔ اور مالدار کے لئے وہ حلال بھی ہوگا، اور یہ اس کے لئے ہبہ کی مانند ہوگا“ [تحفة الفقهاء :ص:۳۰۱]

د۔ کاسانی فرماتے ہیں:

**”وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني؛ لأنها تجرى مجرى الهبة“**

”اور نفلی صدقہ تو اسے مالدار کو دینا جائز ہے، کیونکہ یہ ہبہ کے قائم مقام ہے“ [بدائع الصنائع:۴۷/۲]

ح۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

**”وكل من حرم صدقة الفرض من الأغنياء وقرابة المتصدق والكافر وغيرهم، يجوز دفع صدقة التطوع إليهم، ولهم أخذها“**

”ہر وہ شخص جن کے لئے فرض صدقہ حرام ہے جیسے مالدار، صدقہ کرنے والے کا قریبی رشتے دار، کافر وغیرہ

انہیں نفلی صدقہ دینا جائز ہے، اوران کے لئے قبول کرنا بھی جائز ہے‘‘[المغنی:۲/۴۹۲]

و۔ ان کے علاوہ بھی ابن عبدالبر، امام نووی اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہم کے اقوال اوپر گزر چکے ہیں، اور اس طرح کے دیگر علماء کے فتاوے بہت ہیں۔ اس کے بالمقابل خاکسار کو متقدمین یا متأخرین علماء میں سے کسی کا قول نہیں ملا جنہوں نے مالداروں کے لئے اس نفلی صدقہ کو ناجائز کہا ہو۔

البتہ اس مسئلہ میں بعض ایسے اشکالات ہیں جن سے کسی کو یہ وہم یا غلط فہمی ہوسکتی ہے کہ مالداروں کے لئے نفلی صدقہ جائز نہیں۔ ذیل میں ان اشکالات کا ازالہ کیا جارہا ہے اوران کا مختصراً جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

**۱۔ صدقہ کے حقدار نادار محتاج لوگ ہیں، نہ کہ اہل دولت وثروت۔** نبی ﷺ نے فرمایا:

**’’تؤخذ من أغنياء هم فترد علىٰ فقراء هم‘‘**

**جائزہ:** اس حدیث میں جس صدقہ کا حقدار فقراء ومساکین کو کہا گیا ہے وہ نفلی صدقہ نہیں ہے، بلکہ بالاتفاق فرض زکات ہے جو کہ اسلام کا ایک رکن ہے۔ جس کے لئے نصاب متعین ہے، اور جس کا کھانا مالداروں کے لئے بالاجماع جائز نہیں۔ یہ دراصل حدیث معاذ کا ایک ٹکڑا ہے، اور حدیث معاذ میں بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں ارکان اسلام کی تعلیم دی تھی اوراہل یمن کے مابین اس کی نشر واشاعت کا حکم دیا تھا۔

لہٰذا زکات کے مصرف میں وارد شدہ حدیث سے نفلی صدقہ کا بھی مالداروں کے لئے حرام ہونے پر استدلال کرنا قطعاً صحیح نہیں۔

**۲۔ ایک آدمی نے رات کی تاریکی میں ایک مالدار کو صدقہ دے دیا تو کہا گیا:’’تصدق علی غنی‘‘ یہ تعجب اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مستحق نہ تھا اسی لئے تو اسے دینے پر اظہار تعجب کیا گیا۔**

**جائزہ:**

الف۔ مذکورہ جملہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قدرے طویل حدیث کا ایک مختصر ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے: آپ ﷺ نے فرمایا:’’ایک شخص نے کہا: مجھے ضرور صدقہ دینا ہے، پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور کو اپنا صدقہ دے دیا، صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ آج مجھے پھر ضرور صدقہ کرنا ہے۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک فاحشہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، میں زانیہ کو صدقہ دے آیا۔ اچھا آج پھر صدقہ کروں گا، پھر

اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کے ہاتھ میں دے آیا۔ صبح پھر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج کسی نے ایک مالدار کو اپنا صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، میں چور، زانیہ اور مالدار کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اسے کہا گیا: تم نے جو چور کو صدقہ دیا ہے ہوسکتا ہے اس سے وہ چوری سے رک جائے۔ زانیہ ہو سکتا ہے زنا سے رک جائے، اور مالدار ہوسکتا ہے عبرت پکڑے اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے مال دیا ہے اس سے خرچ کرنے لگے۔[صحیح بخاری:۱۴۲۱، وصحیح مسلم:۱۰۲۲]

یہاں صدقہ کرنے والے نے تین لوگوں کو اپنے صدقے کا مال دیا اور تینوں پر اظہار تعجب کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ یہ اظہار تعجب کیا حرمت کی دلیل ہے؟

اگر اسے حرمت کی دلیل مان لیا جائے تو چور اور زانیہ کو صدقہ کا مال دینا بھی حرام قرار پائے گا حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

علامہ ابن بطال المالکی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

**"أما الصدقة على السارق والزانية، فإن العلماء متفقون أنهما إن كانا فقيرين فهما ممن تجوز له الزكاة"**

"جہاں تک چور اور زانیہ کو صدقہ دینے کا مسئلہ ہے تو علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر دونوں فقیر ہوں تو ان کے لئے زکوٰۃ جائز ہے" [شرح صحيح البخاری لابن بطال:۴۲۳/۳]

اور اسی طرح کا اتفاق ابن الملقن نے بھی اپنی صحیح بخاری کی شرح میں نقل کیا ہے۔ دیکھیں: [التوضيح :۳۰۰/۱۰]

لہٰذا اس حدیث میں اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مالدار کو صدقہ کا مال دینا حرام ہے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ اس کا سیاق خلاف اولیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ب۔ اگر کوئی اس سے مالدار کو نفلی صدقہ دینے کی حرمت پر استدلال کرنا بھی چاہے پھر بھی اس کا یہ استدلال صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ حدیث نفلی صدقہ کے سلسلے میں نہیں ہے، بلکہ اس میں واجب صدقہ کی بات کی گئی ہے۔ اور واجب صدقہ کا مالدار کے لئے حرام ہونے پر کوئی کلام نہیں۔ (یہ الگ بات ہے کہ خصوصی طور پر اس حدیث کا سیاق حرمت پر دلالت نہیں کرتا، اس کی حرمت کے دلائل دوسرے ہیں، یہ حدیث نہیں۔)

جو اس حدیث کو نفلی صدقہ پر محمول کرتے ہیں ان پر رد کرتے ہوئے علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وزعم بعضهم أن هذا كان فى صدقة التطوع"

"بعض لوگوں کا گمان ہے کہ یہ واقعہ نفلی صدقے کا تھا" [التوضيح: ۳۰۱/۱۰]

دیگر شارحین نے بھی اسے واجب صدقہ پر محمول کرتے ہوئے یہ بحث کی ہے کہ فرض زکات اگر کسی غیر مستحق کو دے دی جائے تو وہ زکات دینے والے کی طرف سے کافی ہوگا یا نہیں۔ لہٰذا اس سے نفلی صدقہ پر استدلال بالکل درست نہیں۔ واللہ اعلم۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور سے صدقہ کو مسکینوں کا ہی حق قرار دیا ہے۔ فرمایا:

"إن تبدو الصدقات فنعما هى وإن تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم"، اور اس میں نفلی صدقہ کی بات کی گئی ہے۔

جائزہ: اس آیت میں بھی مالداروں کو نفلی صدقہ دینے کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس میں افضل مصرف کی طرف رہنمائی ہے بس، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنا نفلی صدقہ کسی فقیر اور محتاج کو دینا کسی مالدار کو دینے کی بنسبت زیادہ بہتر ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تَحِلُّ صَدَقَةُ التَّطَوُّعِ لِلْأَغْنِيَاءِ بِلَا خِلَافٍ فَيَجُوزُ دَفْعُهَا إِلَيْهِمْ وَيُثَابُ دَافِعُهَا عَلَيْهَا وَلَكِنَّ الْمُحْتَاجَ أَفْضَلُ"

"مالداروں کے لئے بلا اختلاف نفلی صدقہ حلال ہے، لہٰذا انہیں نفلی صدقہ دینا جائز ہے، اور دینے والا ثواب کا حقدار ہوگا، لیکن حاجت مند کو دینا بہتر ہے" [المجموع شرح المهذب: ۲۳۹/۶]

۴۔ صدقہ اور ہدیہ میں فرق کیا گیا ہے: "هو عليها صدقة ولنا هدية"

جائزہ: اس حدیث میں جس صدقہ کی بات کی گئی ہے وہ نفلی صدقہ نہیں، بلکہ اس سے مراد زکات ہے، کیونکہ آپ ﷺ اور آپ کے آل پر زکات حرام تھی، نفلی صدقہ نہیں۔

حدیث: "لا تحل الصدقة لآل محمد"

"آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں" کی شرح کرتے ہوئے ابن قاسم المالکی فرماتے ہیں:

"ذالک فى الزكاة المفروضة"

"یہ حکم فرض صدقہ کا ہے" دیکھیں: [الجامع لمسائل المدونه لابى بكر يونس التميمى: ۱۳۵/۲۴]

ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**”وأجمعوا أن صدقة التطوع حلال لبنی هاشم جد محمد صلی اللّٰه علیه وسلم إلا أحمد بن محمد الأزدی فإنه منع من ذالک“**

”علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نفلی صدقہ بنی ہاشم (جو کہ محمد ﷺ کے جدامجد ہیں) کے لئے حلال ہے، صرف احمد بن محمد الازدی نے اس سے منع کیا ہے، اور کسی نے نہیں“ [الاقناع فی مسائل الاجماع: ۲۲۵/۱]

اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**”لَا يَحْرُمُ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ صَدَقَةُ التَّطَوُّعِ إِنَّمَا يَحْرُمُ عَلَيْهِمُ الصَّدَقَةُ الْمَفْرُوضَةُ“**

”آل محمد پر نفلی صدقہ حرام نہیں، ان پر صرف فرض صدقہ حرام ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

**”وَتَصَدَّقَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ عَلٰى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ بِأَمْوَالِهِمَا، وَذَالِکَ أَنَّ هَذَا تَطَوُّعٌ، وَقَبِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدِيَّةَ مِنْ صَدَقَةٍ تُصُدِّقَ بِهَا عَلٰى بَرِيرَةَ، وَذَالِکَ أَنَّهَا مِنْ بَرِيرَةَ تَطَوُّعٌ لَا صَدَقَةً“**

”علی اور فاطمہ نے بنی ہاشم اور بنی مطلب پر اپنا مال صدقہ کیا کیونکہ یہ نفلی تھا۔ اور نبی ﷺ نے بریرہ کا وہ ہدیہ قبول کیا جو ان پر صدقہ کیا گیا تھا، اس لئے کہ یہ بریرہ کی طرف سے نفلی (صدقہ) تھا، (فرض) صدقہ نہ تھا“ [الام: ۸۸/۲]

دوسری بات: اگر اس حدیث میں موجود لفظ ”صدقہ“ کو نفلی صدقہ پر محمول کیا جائے پھر بھی آپ ﷺ پر قیاس کرتے ہوئے دوسرے مالدار امتیوں کے حق میں نفلی صدقہ کا استعمال ناجائز نہ ہوگا۔ کیونکہ اس باب میں آپ ﷺ اور آپ کے آل پر دوسروں کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔ اگر آل محمد میں کوئی زکات جمع کرنے والا ہو پھر بھی بطور اجرت زکات سے ان کے لئے کچھ لینا جائز نہیں۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے اپنے غلام ابورافع کو اس سے منع کیا تھا۔ (اسے امام ترمذی (حدیث نمبر: ۶۵۷)، امام نسائی (حدیث نمبر: ۲۶۱۲) وغیرہ نے بسند صحیح روایت کی ہے، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (حدیث نمبر: ۸۸۰) میں اسے صحیح کہا ہے۔)

جب کہ دوسرے مالداروں کے لئے اس صورت میں یہ جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾** [التوبہ: ٦٠]

لہٰذا اگر اسے نفلی صدقہ پر بھی محمول کیا جائے پھر بھی یہ حدیث مالدار امتیوں کے حق میں نفلی صدقہ کے عدم جواز کے لئے دلیل نہ ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہوگی کہ اہل بیت کے لئے نفلی صدقہ بھی جائز نہیں جیسے کہ بعض علما کا کہنا ہے، جب کہ اکثر و بیشتر علماء کی رائے یہ ہے کہ اہل بیت کے لئے صرف زکات ناجائز ہے، نفلی صدقہ نہیں، بلکہ ابن القطان الفاسی نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ گزرا۔

**۵۔ صدقہ کے لغوی معنی میں مسکین شامل ہے، یعنی یہ مسکینوں کے لئے ہی ہے، اس میں مالدار شامل نہیں ہیں۔**

**جائزہ:** شروع میں بیان کیا گیا ہے کہ صدقہ کا اطلاق کبھی عمومی معنی میں ہوتا ہے جس میں امیر وغریب کا کوئی فرق نہیں، اور کبھی خصوصی معنی میں، اور خصوصی معنی میں بھی یہ کبھی واجب صدقہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جو مسکینوں کے لئے ہے، اور کبھی نفلی صدقہ کے لئے جس میں امیر وفقیر سب شامل ہوتے ہیں۔

صدقہ کے لغوی معنی میں مسکین کا شامل ہونا ان کے لئے حصر کی دلیل نہیں، بلکہ شریعت نے اس لغوی معنی کا کس جگہ کتنا اعتبار کیا ہے یہ ہمارے لئے دلیل ہے۔ اور اوپر دلائل سے بیان کیا گیا ہے نفلی صدقہ کے باب میں شریعت نے کہیں پر اسے مسکین کے لئے خاص نہیں کیا ہے، یا بالفاظ دیگر امراء کے لئے ناجائز نہیں کہا ہے، اس لئے اس لغوی معنی سے استدلال کرتے ہوئے نفلی صدقہ کو امراء کے لئے ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔

**۶۔ حدیث: "لا حظ فيها لغني ولا لقوي مكتسب"**

**اورحدیث: "لَا تحل الصَّدَقَة لَغَنِيّ، وَلَا لذِي مرّة سوى"**

**جائزہ:** اس حدیث میں بھی لفظ "فیہا" یا لفظ "صدقہ" سے مراد نفلی صدقہ نہیں، بلکہ زکات ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**"التطوع من الصدقات لم يدخل في معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم: لا تحل الصدقة لغني، ولا لذي مرة سوي، وأن ذالك إنما عنى به الصدقة المفروضة التي فرضها الله في أموال الأغنياء لأهل سهمات الصدقة في بعض الأحوال"**

"نفلی صدقے رسول اللہ ﷺ کے اس قول: کسی مالدار یا طاقتور مضبوط شخص کے لئے صدقہ حلال نہیں میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ اس سے مراد فرض صدقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے مال میں بعض حالتوں میں اہل سہام کے لئے فرض کیا ہے" [تهذيب الآثار۔ الجزء المفقود: ص:٤١٣]

اور علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**"هـذا الـخبـر وكـل مـا جاء بهذا اللفظ فإنما هو على الصدقة المفروضة التى حرمت على الأغنياء"**

"یہ حدیث اور ہر وہ حدیث جو ان الفاظ سے مروی ہو اس سے مراد فرض صدقہ ہے جو کہ مالداروں پر حرام ہے" [المحلى:١٢٥/٨]

اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**"وقـولـه: لا تـحل الصدقة لغنى إلا لخمسة يريد الصدقة المفروضة، وأما التطوع فـغيـر مـحـرمة عـلـى أحـد غير من ذكرنا على حسب ما وصفنا فى هذا الباب، إلا أن التـنزه عنها حسن، وقبولها من غير مسئلة لا بأس به، ومسئلتها غير جائرة إلا لمن لم يجد بدًا"**

"حدیث کا لفظ: "مالدار کے لئے صدقہ حلال نہیں سوائے پانچ لوگوں کے" سے مراد فرض صدقہ ہے۔ جہاں تک نفلی صدقہ کی بات ہے تو وہ کسی پر حرام نہیں سوائے ان کے جن کا تذکرہ اس باب میں گزرا یعنی بنو ہاشم کا مسئلہ، ہاں اس سے بچنا بہتر ہے۔ اور بغیر مانگے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور مانگنا جائز نہیں سوائے ان لوگوں کے جن کے لئے مانگنا ضروری ہو" [التمهيد :١٠٠/٣]

اور ابن قاسم العاصمی فرماتے ہیں:

**"(قـال صـلـى الـلّـه عـليـه وسلم: لا تحل الصدقة) أى الـزكـاة الـمفروضة (لغنى) إجماعا"**

"آپ ﷺ نے فرمایا: صدقہ حلال نہیں یعنی فرض زکات جو کہ مالدار کے لئے بالاجماع حلال نہیں" [الاحكام شرح اصول الاحكام لابن قاسم:١٨٨/٢]

ان تمام مذکورہ دلائل اور علمائے کرام کے فہم سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مالداروں کے لئے نفلی صدقہ کا استعمال بلاشبہ جائز ہے۔

**هذا ما ظهر لى والعلم عند الله، فهو اعلم، وعلمه اتم واحكم.**

☆☆☆

☆

# اسلامی عورتوں سے خطاب!

حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

اسلامی ماؤں اور بہنو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کا مقام کیا ہے؟ آپ قدر و منزلت کی کس بلندی پر ہیں اور اسلام نے آپ کو کیا اختیارات دیئے ہیں؟ آئیں! میں آپ کو ان سارے سوالوں کے جواب دیتا ہوں۔

آپ اللہ کی قدرت کا ایک انمول شاہکار ہیں، آپ کے وجود سے ہی دنیا میں حسن ہے، آپ کی بقا ہی نسل انسانی کی بقا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی زمانہ ء جاہلیت میں کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں تھی۔ عرب کے لوگ آپ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے یہاں بھی آپ کی کوئی اہمیت نہ تھی، آپ میراث سے محروم تھیں، آپ کو کام کاج کرنے والی اور شوہر کی خدمت کرنے والی ہی سمجھا جاتا تھا بلکہ آپ کے تعلق سے تو ان کے یہاں یہ تصور بھی تھا کہ عورت پیر کی جوتی ہے۔ مگر مذہب اسلام نے آپ کی اہمیت اور حیثیت کو ثابت کیا اور دنیا کو آپ کے حقوق سے آگاہ کیا اور آپ کو فرش سے عرش تک پہنچا دیا اسی لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نگاہ میں آپ مختلف روپ اور حیثیت میں مختلف مقام رکھتی ہیں۔

آپ اگر ایک بیٹی ہیں تو اپنے والدین کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ اور جہنم سے آڑ بنتی ہیں، آپ اگر ایک بہن ہیں تو اپنے بہن بھائیوں کے لئے شفقت و رحمت کی پیغامبر ہیں، پھر اگر وقت نے آپ کو مہلت دی تو ایک دن کسی کی زوجیت میں آکر آپ ایک مبارک رشتے کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور آپ اپنے شوہر کی زندگی میں سکون اور مودت و محبت بھر کر اسے اپنی بہترین رفاقت سے اپنا اسیر بنا لیتی ہیں، ساتھ ہی اگر آپ باعزت اور صالحہ ہیں تو شریعت اسلامیہ نے آپ کو ایسی صورت میں دنیا کی سب سے بہترین متاع قرار دیا ہے، بیوی بن جانے کے بعد اب اگر رب آپ پر مہربان ہو کر آپ کو کوئی تحفہ عطا کرتا ہے تو ماں بنتے ہی جنت آپ کے قدموں تلے آجاتی ہے اور آپ رشتہ داری کی اونچی چوٹی پر پہنچ جاتی ہیں۔ غرض یہ کہ آپ ہر روپ میں مبارک اور انمول ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی صالحیت پوری نسل کی صالحیت کی ضامن بن سکتی ہے، آپ وہ کام بھی کر سکتی ہیں جو آسیہ علیہا السلام نے کیا تھا، آپ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا رول ماڈل بنا کر معاشرے کی اصلاح میں کارہائے نمایاں انجام دے سکتی ہیں۔

کس نے آپ سے کہہ دیا کہ صنف نازک معاشرے میں اپنی صلاحیتیں ظاہر نہیں کرسکتی ہے، بلاشبہ آپ اپنا فن دکھا سکتی ہیں لیکن اسلامی حدود وقیود کو اپنا کر، آپ کو پردے کی تعلیم دی گئی ہے آپ پردے کو لازم پکڑیں، مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش نہ کریں، کسی اجنبی سے اگر کبھی بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اپنی آواز میں لچک اور نرمی پیدا نہ کریں، باہر نکلتے وقت پرفیوم، خوشبو، گھنگھرو اور کھنکتی چوڑیوں کا استعمال نہ کریں کیونکہ آپ ایک عورت ہیں اور عورت جب ان ساری چیزوں کے ساتھ باہر نکلتی ہے تو شیطان لوگوں کی نظروں میں اسے مزید بنا سنوار کر پیش کرتا ہے، غیر محرم سے حتی المقدور پردہ کریں، اپنی عزت وآبرو نیز اپنے خاندان کی عزت پر آپ اپنی کسی اداوحرکت سے کیچڑ اچھلنے کا موقع نہ دیں۔ آپ کے لئے یہ اسلامی حدود وقیود خود آپ کی اور سماج ومعاشرہ کی بہتری اور اسے فحاشی وبدکاری سے بچانے کے لئے ہیں۔

ہونا تو یہ چاہئے کہ آپ اپنی اہمیت اور مقام کو سمجھتے ہوئے ان تعلیمات کو لازم پکڑیں مگر آپ نے اپنی اہمیت کو نہیں سمجھا یا پھر شاید سمجھ کر بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی، مغربی تہذیب کو آپ نے گلے لگالیا، آپ نے آسیہ، خدیجہ، عائشہ اور فاطمہ کے نہج پر چلنے کی بجائے خود کو نوح ولوط علیہما السلام کی بیویوں کے راستے پر ڈال دیا، مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کو آپ نے اپنا حق سمجھا، پردہ بھی آپ نے خود سے دور کر دیا، شاپنگ سینٹرس اور مالس میں مردوں کے روبرو اپنے آپ کو پیش کر کے آپ نے اسے اپنے لئے فخر کی بات قرار دیا، دوکانوں سے لے کر ٹرین اور ہوائی جہاز میں اجنبیوں کی خدمت کر کے کچھ پیسے کما لینے کو ہی آپ نے اپنے لئے افتخار اور عزت کا ذریعہ سمجھ لیا، سیریل اور ڈراموں کی آپ دلدادہ ہوگئیں، شوہر سے جھگڑنا شروع کر دیا، بچوں کی اسلامی تربیت سے ہاتھ اٹھا کر آپ نے اسے کسی آیا یا دایہ کے حوالے کر دیا۔ اب آپ ہی بتائیں کیا آپ کے لئے آپ کا وہ مقام اب بھی باقی ہے جو اسلام نے آپ کو دیا ہے یا خود آپ نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے پیر پر کلہاڑی مار لی ہے؟

ماؤں اور بہنو! نسلیں برباد ہو رہی ہیں، بچے برے راستے پر جا رہے ہیں، آپ کے معصوم اور ہونہار بچوں کا مستقبل شیطان نما انسان اپنی سازشوں سے خراب کر رہے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ نسلوں کی اصلاح آپ کے ہاتھوں میں ہے اللہ واسطے انہیں برباد ہونے سے بچالو۔ خود کی اہمیت کو سمجھو اور اپنی دینی ودنیاوی ذمہ داریوں کو ادا کرو پھر دیکھو کہ دنیا کس طرح آپ کی عزت کرتی ہے اور آپ کو سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے۔

اللہ آپ کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق دے اور آپ سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☆☆☆

معتبر دینی صحافت کا ایک معتبر نام

# ماہنامہ اہل السنۃ

اهل السنة
Ahlus Sunnah
اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

- فہم سلف کی روشنی میں کتاب وسنت کی دعوت
- عقدی ومنہجی مسائل میں مسلک سلف صحابہ وتابعین کا احیاء وترویج
- سماج میں پھیلے شرک وبدعات اور بدعقیدگیوں پر ایک کاری ضرب
- اختلافی مسائل پر مدلل تجزیات
- علوم الحدیث پر معیاری مضامین
- صحیح احادیث کی اشاعت اور ضعیف احادیث کی نشاندہی
- شریعت کے جملہ علوم وفنون کے اصول وضوابط پر تحقیقی مقالات
- تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کو مہمیز دینے والی تحریریں
- موجودہ مسائل وحالات پر شرعی وفکری تجزیات

بے پناہ گہرائی، انوکھے اسالیب، سنجیدہ افکار، معیاری مقالات اور منہجی توضیحات
ایک مکمل تحقیقی کورس پڑھنے کے لئے آج ہی ممبر بنیں۔

8080807836, 8291063765

Total Pages 52

Date Of Publication : 1st Of Every Month
RNI No. : MAHURD/2011/49422/Postal Registration No. : MCE/281/2019-21
Posted On 4th And 5th Of Every Previous Month

الحمدللہ اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی کا کلینڈر ۲۰۲۰ء آچکا ہے۔
کلینڈر حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں۔

**8080807836, 8080801882**
**7710007943, 977 311 2909**

If Undelivered Please Return To

**Ahlus Sunnah**

**Islamic Information Centre**
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882, 02226500400

To,

**Book Post**